عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۲۸ | ۲۷ ذوالقعدہ تا ۳ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ نومبر ۲۰۰۹ء | شمارہ:۴۳

کیا اب قانون توہینِ رسالت کی باری ہے

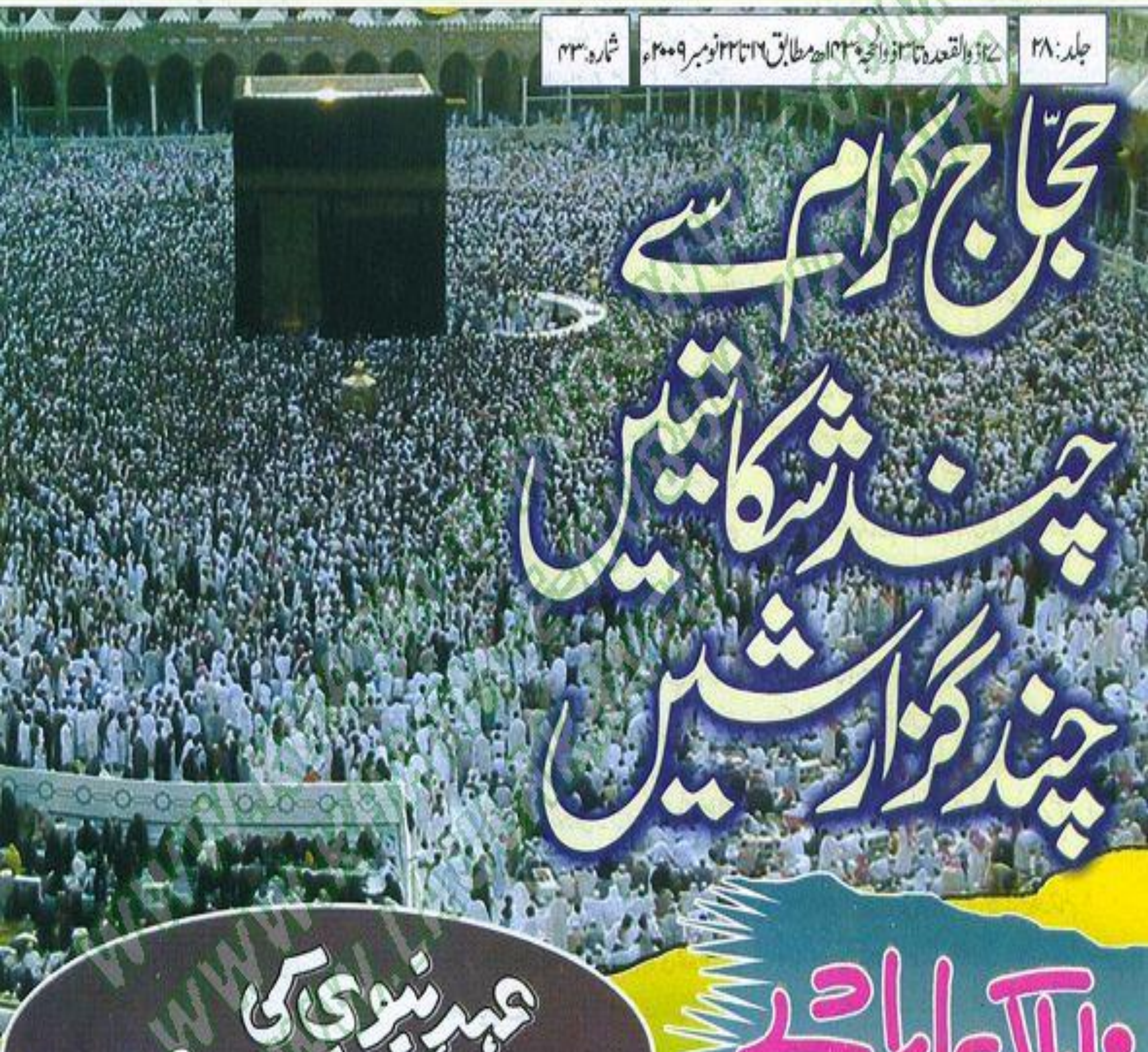

حجاج کرام سے چند شکایتیں چند گزارشیں

ناپاک ارادے

عہدِ نبوی کی سیاسی حکمتِ عملی

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

ہوائی جہاز میں نماز

محمد اظہار، کراچی

س:...... ایک شخص جو مسلسل سفر میں رہتا ہے، ان کا زیادہ سفر ہوائی جہاز کے ذریعے ہوتا ہے۔ اکثر سفر دس گھنٹے یا اس سے زیادہ کا ہوتا ہے۔ ان حالات میں وہ نماز کس طرح ادا کرے؟ اگر جہاز میں وضو یا نماز کی سہولت نہ ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج:...... جہاز میں نماز کے بارہ میں علماء کی تحقیقات مختلف ہیں، بعض اکابر اس کے قائل ہیں کہ جہاز میں قبلہ کی سمت معلوم کرکے نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہوجاتی ہے، بعض حضرات اس کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ چونکہ جہاز زمین پر مستقر اور ٹکا ہوا نہیں ہے اور وہ ہوا میں معلق ہے، اس لئے اس میں نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے جہاز میں نماز نہ پڑھی جائے، مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر جہاز میں وضو، جائے نماز اور قبلہ کی سمت معلوم ہو تو وقت پر نماز پڑھ لی جائے اور جہاز سے اتر کر اس نماز کو دہرا بھی لیا جائے تاکہ نماز کے قضا ہونے کے وبال سے بھی محفوظ رہیں اور جن حضرات کی تحقیق میں نماز نہیں ہوتی، جہاز سے اتر کر نماز قضا کرنے سے ان کے قول پر بھی عمل ہوجائے گا۔

ساس کا معاملہ اللہ پر چھوڑنا

مسز سہیل یامین، کراچی

س:...... میری ساس کا رویہ میرے ساتھ نامناسب ہے، دنیا کی تمام برائیاں وہ مجھ میں نکالتی ہیں، میرے شوہر کے تین بھائی الگ رہتے ہیں، وہ اپنی والدہ کے ساتھ رہنے کو تیار نہیں ہیں، میرے شوہر کا کہنا ہے کہ والدہ اس عمر میں اکیلی کیسے رہ سکتی ہے؟ شروع میں میری ساس کا رویہ بہت اچھا تھا، پھر وہ کسی عامل سے ملیں، عامل کی باتوں پر عمل کرکے میری زندگی اجیرن کردی ہے، مختلف الزامات لگاتی رہتی ہے اور اپنے بیٹے کو کہتی ہے کہ اسے طلاق دے، کیونکہ میں اولاد سے محروم ہوں شادی کو ۱۴ سال ہوچکے ہیں۔ ڈاکٹروں سے علاج کروایا، انہوں نے کہا ہے کہ سب ٹھیک ہے، اللہ کے حکم کی دیر ہے، اب میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔ شریعت کی رو سے میری ساس کا یہ رویہ مناسب ہے؟ ان حالات میں میرے لئے کیا حکم ہے؟

ج:...... میری بچی! آپ نے بہت اچھا کیا کہ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا، آپ کی ساس صاحبہ غالباً اب عمر کے اس حصے میں ہیں، جب بوڑھے اور بچے میں کوئی خاص فرق نہیں رہتا، آپ ان کی خدمت میں کوتاہی نہ کریں اور اس کی جلی کٹی سن کر اس سے صرف نظر کرتی رہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا آخرت کی راحتیں عطا فرمائیں گے۔ ہاں! اس کا خیال ضرور رکھیں کہ اگر شوہر کو کسی غلط فہمی میں مبتلا کیا جانے لگے تو اس کو صحیح صورت حال بتلا کر اس کو اعتماد میں لے لیا کریں۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی ساس کو ہدایت نصیب کرے اور آپ کو خوشیاں نصیب فرمائے اور آپ کو نیک صالح اولاد نصیب فرمائے۔ آمین۔

مولانا سعید احمد جلال پوری

روشن خیال گھرانے میں محنت

بنت رزاق، کراچی

س:...... جہاں میری شادی ہوئی ہے، وہ گھرانہ کافی روشن خیال ہیں۔ ان کی نظروں میں داڑھی اور حجاب ایک مذاق ہیں، بعض اوقات ان امور کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں، سارا سارا دن گانا بجاتے ہیں، جب میں انہیں ان خرافات سے منع کرتا ہوں تو الٹا میرا مذاق اڑایا جاتا ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہوسکتا ہے تمہارے وسیلے سے وہ گھرانہ تبدیل ہوجائے اور تم سب کو سیدھے راستے پر لے آنے کا موجب ہو، میں نے تبلیغ کے ذریعہ ہر طرح کوشش کی لیکن لگتا ہے کہ ان کے دلوں میں مہر لگی ہوئی ہے۔ اب ان حالات میں میرے لئے کیا حکم ہے؟

ج:...... میرے عزیز! ہمارا کام تو اللہ اور اس کے رسول کی بات سلیقے سے پہنچا دینا ہے، ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، بہرحال آپ اپنا کام کرتے رہیں، اس لئے کہ نفس و شیطان اپنا کام نہیں چھوڑتے تو ہم اپنا کام کیوں چھوڑیں؟ وہ لوگ آپ کے دین پر عمل کرنے اور دین کی بات کہنے پر اگر آپ کو استہزا اور تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں تو گھبرائیں نہیں، کیونکہ تمام انبیاء اور ان کے وارثوں کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے، ان کے اس طرز اور آپ کے صبر سے آپ کو آقائے دو عالم ﷺ سے نسبت حاصل ہوگی، ان لوگوں کو ہدایت ہو یا نہ ہو، بہرحال آپ کی ترقی و درجات کا سامان ہو رہا ہے اور اس کی برکت سے انشاء اللہ کل قیامت کے دن آپ کا حشر حضور ﷺ کے ساتھ ہوگا۔

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.COM
WWW.AMTKN.INFO

ہفت روزہ
ختم نبوت
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری | صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی | مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری | مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۲۸ ۲۷ ذوالقعدہ تا ۳ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ نومبر ۲۰۰۹ء شمارہ:۴۳

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

کیا اب قانون توہین رسالت کی باری ہے؟	۵	مولانا سعید احمد جلال پوری
تجارِ کرام سے چند شکایتیں....	۸	مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
عہد نبوی کی سیاسی حکمت عملی	۱۱	ڈاکٹر حمید اللہ خان
ترانۂ ختم نبوت	۱۴	پروفیسر محمد بشیر حسین ناظرؔ
دربار رسالت کے سفیر.... حضرت دحیہ کلبیؓ (۲)	۱۵	علامہ محمد عبداللہؒ
ناپاک ارادے	۱۹	مولانا شعیب فردوس
ماسٹر تاج الدین انصاری	۲۱	امین الدین انصاری
ناموس نبی پر جان دینا....	۲۵	سید سلمان گیلانی

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۴۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.COM
WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

درس حدیث گزشتہ سے پیوستہ

دنیا سے بے رغبتی

زبان کی حفاظت کا بیان

لیکن زبان، دل کی ترجمان ہے، اور زبان کی اچھائی اور بُرائی کے نتائج سے پورا بدن متاثر ہوتا ہے، اس لئے ہر صبح کو تمام اعضاء اس سے تقویٰ وخشیت کی درخواست کرتے ہیں۔

’’حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کون ہے جو مجھے (دو چیزوں کی) ضمانت دیدے، (ایک) اس چیز کی جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان کی)، اور (دُوسرے) اس چیز کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرم گاہ کی، اور ضمانت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کو خلاف حکم خداوندی استعمال نہیں کرے گا) میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔‘‘ (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

ان دونوں چیزوں کی ضمانت وہی شخص دے سکتا ہے جو اعلیٰ درجے کا متقی و پرہیزگار ہو، اور جو اپنی زبان سے صادر ہونے والے ایک ایک لفظ کی نگہداشت کرے کہ غفلت میں بھی کوئی لفظ خلاف رضائے الٰہی اس کی زبان سے صادر نہ ہو، ظاہر ہے کہ جو شخص زبان کے بارے میں اَحکامِ الٰہیہ کی نگہداشت اس حد تک کرے گا، وہ اپنی دیگر حرکات وسکنات میں اَحکامِ خداوندی کی نگہداشت اس سے بڑھ کر کرے گا، اس لئے اس کو جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے (دو چیزوں کے شر سے) بچالیا، (ایک) اس چیز کے شر سے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے، اور (ایک) اس چیز کے شر سے جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے، وہ جنت میں داخل ہوگیا۔‘‘ (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

’’حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی بات بتادیجئے جسے میں مضبوط پکڑلوں۔ فرمایا: یہ کہہ کہ: میرا رَبّ اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سب سے زیادہ خوفناک چیز کون سی ہے جس کا آپ میرے حق میں اندیشہ رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: یہ!‘‘ (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی کہ ’’تو کہہ میرا رَبّ اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہ‘‘ ایک ایسا جامع ارشاد ہے جو تمام اَوامر ونواہی کو شامل ہے، مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو رَبّ مان کر اپنی عبدیت وبندگی کا اقرار کرلیا، تو اَب ساری عمر اس کی دُھن ذہن میں چاہئے کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی صادر نہ ہو جو کریم آقا کے حکم وارشاد اور اس کی رضا وخوشنودی کے خلاف ہو، اگر ایک اَمر میں بھی اس کے خلاف ہوگیا تو استقامت میں فرق آگیا، اس لئے دوبارہ عزم اور تجدیدِ توبہ کی ضرورت ہوگی۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکرِ الٰہی کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو، کیونکہ ذکرِ الٰہی کے سوا زیادہ باتیں کرنا دل کی سختی (کا موجب) ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ سے سب لوگوں سے زیادہ دُور، سخت دِل ہے۔‘‘ (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

مطلب یہ کہ ذکرِ الٰہی کو چھوڑ کر زیادہ باتیں کرنے سے دل کی سختی پیدا ہوتی ہے، جس سے قلب کی اِستعداد بگڑ جاتی ہے، خوف وخشیت اور حب ورجا وغیرہ سے قلب رفتہ رفتہ خالی ہوجاتا ہے، اور قلب میں ذکرِ الٰہی کی طرف متوجہ ہونے کی صلاحیت نہیں رہتی، اور یہ کیفیت حق تعالیٰ شانہ سے بُعد کی علامت ہے، اَعَاذَنَا اللہُ مِنْهَا!

’’اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابنِ آدم کی ہر بات اس کے حق میں مضر ہے، مفید نہیں، مگر بھلائی کا حکم کرنا یا بُرائی سے روکنا یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔‘‘ (ترمذی ج:۲ ص:۶۳، ۶۴)

حکم بن ابی العاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتا تھا، جب آپ کلام فرماتے تو یہ اپنا منہ بنا کر اور نتھنے پھلا کر اور منہ کو پھڑکا کر منافقوں کو آنکھ سے اشارہ کرتا، جس کا مطلب آپ کا مذاق اڑانا یا آپ کو جھوٹا ثابت کرنا تھا، آپؐ نے اس کی یہ حرکت دیکھ کر فرمایا کہ ’’تو ایسا ہی ہوجا‘‘ آپ کی بددعا کا اثر ہوا کہ وہ مرتے دم تک ایسا ہی رہا کہ منہ پھڑکایا کرتا تھا۔ (بیہقی)

مرسلہ: ابومحمد حسن، کراچی

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

کیا اب قانون توہینِ رسالت کی باری ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

مرحوم جنرل ضیاء الحق کے دور میں جہاں بہت سے نقائص اور کوتاہیاں تھیں، وہاں کچھ ایسے اقدام بھی ہوئے جو اعدائے اسلام کی آنکھ میں آج تک کھٹکتے ہیں، چنانچہ جنرل ضیاء الحق کے اقتدار کا سورج غروب ہوئے، بلکہ ان کی زندگی کا چراغ گل ہوئے ۲۱ سال کا طویل عرصہ ہو چکا ہے، مگر آج تک ان کے مخالفین ان کو معاف کرنے کے روادار نہیں ہیں۔ بلکہ رات دن وہ اس فکر و سوچ میں ہیں کہ کس طرح ان اقدامات سے پیچھا چھڑایا جائے۔

خالص دنیادار اور ٹھیٹھ فوجی افسر ہونے کے باوجود ضیاء الحق مرحوم نے چند ایک ایسے کام کیے جو مغرب اور ان کے کاسہ لیسوں کے لئے آج تک سوہانِ روح ہیں۔

ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ کس طرح پاکستان سے اس کے ان اقدامات کے آثار و نقوش کو کھرچ کھرچ کر صاف کر دیا جائے۔ بلاشبہ جنرل ضیاء الحق کے بعد پاکستان میں بہت سے سیکولرز حکمران برسر اقتدار آئے، مگر وہ بے چارے بھی ان کے اٹھائے گئے اقدامات کو ختم کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

اگرچہ مرحوم جنرل ضیاء الحق پر ایک عرصہ تک یہ تہمت رہی کہ وہ نعوذ باللہ! قادیانی ہیں، اگر قادیانی نہیں تو کم از کم قادیانیت نواز ضرور ہیں۔ مگر بایں ہمہ اس نے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کر کے قادیانیت پر کاری ضرب لگائی۔

اسی طرح اس نے حدود آرڈی نینس جاری کر کے اپنے تئیں زناکاری و بدکاری کا سدباب کیا، اس کے ساتھ ساتھ اس نے نظامِ صلوٰۃ، نظامِ زکوٰۃ کے علاوہ پاکستان میں اسلامی اقدار کو فروغ دینے کی سعی و کوشش کی، جہاد و مجاہدین کی سرپرستی کی، افغانستان میں روسی مداخلت کے خلاف مزاحمت میں عملاً شرکت کو یقینی بنایا اور اس سب سے بڑھ کر پاکستانی معاشرہ کو اسلامی بنانے اور علماء کو جائز مقام دلانے کے لئے اسکولوں، کالجوں، سرکاری اداروں اور فوج میں ملازمت دلانے، نصابِ تعلیم کو مشرف بہ اسلام کرنے اور دینی مدارس کی اسناد کو ایم اے کے برابر قرار دینے کی جدوجہد بھی کی، چاہے ان کے مخالفین ان کے اقدامات کا پس منظر کچھ بھی بیان کریں، مگر بہرحال یہ سب کچھ ان کے دور میں ہوا، اور یہ ایسے حقائق ہیں کہ ان کے کٹر سے کٹر مخالف بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔

یہ بھی اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام دشمن لابیوں، قوتوں، اقوام، ملل اور ان کے وفاداروں کو حقیقی تو کجا، اس قسم کے زبانی، کلامی اور ظاہری اقدامات بھی ناقابل برداشت ہیں۔ ان کا بس چلے تو وہ اپنی زیر اثر اقوام و ممالک کو اسلام کا نام تک نہ لینے دیں۔

بہرحال اس کے ان اقدامات کو باقاعدہ مہم اور طے شدہ منصوبہ سے ختم کرنے کے لئے یوں تو گزشتہ دو دہائیوں سے مہم جاری تھی، مگر گزشتہ چھ سات سال سے اس مہم میں تیزی آ گئی ہے۔

اس لئے کہ امریکا بہادر اور اس کے حواری اس سے پریشان ہیں کہ اگر اس ملک میں حدود آرڈی نینس باقی اور موثر رہا تو زناکاری اور بدکاری کا جنازہ

نکل جائے گا، اور جس معاشرہ میں زنا کاری و بدکاری نہ ہوگی، وہ کثرتِ اموات، کثرتِ امراض، معاشی تنگ دستی اور جنگ و جدل سے بچ کر ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا، اس لئے پاکستانی معاشرہ اور پاکستانی مسلمانوں کو اس غلاظت کی دلدل میں دھکیلنے کے لئے سب سے پہلے حدود آرڈی ننس کے خلاف اربوں ڈالر کے مصارف سے ''کچھ سوچئے'' کی میڈیائی مہم چلائی گئی اور پوری قوم کو ذہنی طور پر حدود آرڈی ننس کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا گیا، زنا بالجبر اور زنا بالرضا کی غلیظ ابحاث اٹھائی گئیں، خواتین کو مظلوم باور کرایا گیا، اور حدود آرڈی ننس، جو زنا کے سدباب کی ایک ادنیٰ سی کوشش تھی، اس کو ظلم و تشدد باور کرایا گیا، تا آنکہ حدود آرڈی ننس کو کالعدم قرار دینے کے لئے متبادل حقوق نسواں بل لاکر زنا کاری کو تحفظ فراہم کیا گیا، صرف یہی نہیں بلکہ ایسے جوڑے جو بدکاری و زنا کاری کے مرتکب تھے، انہیں تحفظ فراہم کرنے کے لئے بیرون ملک شہریت دے کر اس گھناؤنے جرم اور مجرمین کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

اس کے بعد ان کا اگلا ہدف توہین رسالت آرڈی ننس تھا، جو ایسے بدنہاد اور موذیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا، جو اپنے آقاؤں کے اشاروں پر مقدس شخصیات اور خصوصاً آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھونکتے تھے۔ بلاشبہ قانون توہین رسالت حضرات انبیأ کرام اور مقدس شخصیات کے خلاف بھونکنے والی ایسی زبانوں کو روکنے بلکہ انہیں لگام دینے کا موثر ہتھیار تھا۔

لہٰذا اس قانون کو غیر موثر بنانے کی خاطر جان بوجھ کر ایسے موذیوں کو دریدہ دہنی پر آمادہ کیا جانے لگا اور جہاں کہیں ایسے بدنہاد اور موذی، اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی مقدس شخصیات کے خلاف دریدہ دہنی کے مرتکب ہوئے اور مسلمانوں نے ان کے خلاف احتجاج کیا، پیشگی طے شدہ منصوبے کے تحت اس کو فساد کی شکل دی گئی اور باقاعدہ قتل و غارت اور جلاؤ گھراؤ کے ذریعے میدان کارزار اور جنگ و جدل کا بازار گرم کیا گیا، دنگا فساد برپا کرنے کے لئے جانبین پر حملے کرائے گئے، چنانچہ ان موذیوں اور گستاخوں کی صفوں میں گھس کر مسلمانوں کو اور مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان موذیوں کو مارا گیا، ان کو زخمی کیا گیا، ان کو قتل کیا گیا، بلکہ ہر دو جانب سے فائرنگ کا ڈھونگ رچا کر مسلمانوں کو ظالم اور اعدائے اسلام کو مظلوم باور کراتے ہوئے اس کو قانون توہین رسالت کے غلط استعمال کے کھاتے میں ڈالا گیا، اور اپنے زرخرید غلاموں کے ذریعے پُر زور مطالبے اور بیان دلائے گئے کہ چونکہ یہ سب کچھ قانون توہین رسالت کے غلط استعمال کی وجہ سے ہوا ہے، لہٰذا قانون توہین رسالت کو ختم ہونا چاہئے۔

اور اب تو نوبت بایں جا رسید کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ ان باغیان رسالت اور موذیوں کی دریدہ دہنی کے خلاف زبان کھولے تو اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کے لالے پڑ جاتے ہیں، دیکھا جائے تو یہ سب کچھ اس سازش اور مہم کا حصہ ہے جس میں طے کیا جا چکا ہے کہ یہ قانون ہر حال میں ختم ہونا چاہئے۔ چنانچہ پاکستان بھر میں جہاں جہاں عیسائی مسلم اور قادیانی مسلم فسادات کی خبریں آ رہی ہیں، ان کے پیچھے یہی سازش کارفرما ہے۔

اس سے تیسرا اور اگلا ہدف نہایت ہی خطرناک ہے اور وہ یہ کہ بھٹو دور کے ۱۹۷۴ء کے آئین میں کی گئی قادیانیوں کے خلاف اس ترمیم کو بھی ختم ہونا چاہئے جس کے ذریعہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔

حالات و واقعات، آثار و قرائن اور ملکی و بین الاقوامی لادین لابیوں، افراد، جماعتوں اعدائے اسلام ممالک اور این جی اوز کے بیانات اور مطالبات سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے لئے بھی باقاعدہ پروگرام اور منصوبہ تشکیل دیا جا چکا ہے، چنانچہ پاکستان اور بیرون پاکستان کے سیکولر زعماء نے اپنی صلاحیتوں اور ان کے آقاؤں نے اپنے سرمائے کو اس گھناؤنے مشن کے لئے وقف کر رکھا ہے، اور بطور خاص پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر اور متحدہ قومی موومنٹ کے سربراہ الطاف حسین اور وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی نے یہ ذمہ داری اٹھا کر اس سلسلہ کا پہلا پتھر پھینک دیا ہے، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟؟

بہر حال پاکستان کی سالمیت، اس کی دینی، ملی اور مذہبی شناخت کے لئے بہت ہی بھیانک منصوبے تشکیل پا چکے ہیں، جن کا شاید مسلمانوں کو ابھی تک احساس نہیں اور یہ سب کچھ کسی ملا، مولوی کی سوچ نہیں، بلکہ عام تجزیہ نگار اور کالم نگار بھی اس خفیہ سازش اور منصوبہ کو سوچ سوچ کر بے حد مضطرب اور پریشان ہیں، یقین نہ آئے تو اخبارات اٹھا کر دیکھ لیجئے! بطور مثال ایک غیر جانب دار تجزیہ نگار جناب انور غازی کے اضطراب اور پریشانی پر مبنی ان کا کالم ......

جنگ کراچی ۵/اکتوبر ۲۰۰۹ء میں ملاحظہ کیجئے۔

اس ساری صورت حال کا تکلیف دہ اور اذیت ناک پہلو یہ ہے کہ پاکستان کے دین دار طبقات اور قرآن وسنت اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کے دعویدار، نہ صرف خاموش تماشائی کا کردار ادا کررہے ہیں، بلکہ اس قدر حساس مسائل اور دین ومذہب کے بنیادی اور اساسی معاملات پر زد پڑنے کے باوجود بھی بے حس وحرکت ہیں، ایسا لگتا ہے کہ خدانخواستہ وہ اس کو ذرہ بھر کوئی اہمیت دینے یا اس پر کسی قسم کی ناگواری کے روادار نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ عاشقانِ رسول اور محبانِ دین ومذہب کب جاگیں گے؟ کیا یا اس وقت کا انتظار کررہے ہیں جب پانی سر سے گزر جائے گا؟ یا جب کھیل ختم ہوجائے گا؟

حیرت ہے کہ وہ قوم اور ملت جس نے انگریزی دور سے اب تک پورے سو سال سے دین ومذہب اور نفاذ اسلام کے لئے اپنا تن، من اور دھن قربان کرنے کو اپنے لئے مایہ اعزاز وافتخار سمجھا، اعدائے اسلام، باغیانِ ملت اور موذیانِ رسول کے خلاف چومکھی لڑائی لڑی، اور جس نے لاکھوں جانوں، عزتوں، عصمتوں کے علاوہ کروڑوں بلکہ اربوں کی املاک کی قربانی دے کر محض اس لئے یہ خطہ... مملکت خداداد پاکستان... حاصل کیا کہ اس میں آزادی سے اسلام اور شعائر اسلام کا نفاذ کیا جاسکے، افسوس! صد افسوس! کہ آج وہ خاموش ہیں اور ان ہی کی اولادیں نہ صرف اسلام اور شعائر اسلام کی مخالفت میں پیش پیش ہیں بلکہ اعدائے اسلام کے اشاروں پر ان کے ناپاک عزائم ومنصوبوں کی تکمیل کے لئے اپنی صلاحیتیں صرف کررہے ہیں۔ اے کاش! کہ آج ان کی ساری صلاحیتیں براہ راست یا بالواسطہ دین ومذہب اور ملک وملت کے خلاف استعمال ہورہی ہیں۔

کسی اسلامی ملک کا نصاب تعلیم، حدود آرڈی ننس، تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت جیسے مسائل کوئی اختلافی یا فروعی نہیں، کہ ان میں دو رائیں ہوں، بلکہ یہ اسلام کے بنیادی اور اساسی مسائل وعقائد میں سے ہیں، جن میں کسی عالم وجاہل، شہری ودیہاتی، شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، مقلد وغیر مقلد، پنجابی، پٹھان، بلوچی، سندھی، سرائیکی، مہاجر، میمن وغیر میمن، پاکستانی، بنگالی، ہندوستانی، عربی، عجمی، امریکی اور افریقی غرض کسی ملک وقوم اور زبان وخطے سے تعلق رکھنے والے کسی بھی اسلام کے دعویدار کا کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یہ سب، مسلمہ اور متفقہ مسائل وعقائد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جب بھی ایسا کوئی مسئلہ اٹھا، یا ایسی کوئی تحریک چلی، تو سب نے بلا امتیاز زبان ومسلک اس کے لئے جان، مال، عزت، آبرو بلکہ اپنا سب کچھ ان کی حفاظت وتحفظ کے لئے داؤ پر لگادیا، مگر اعدائے اسلام اور باغیان دین ومذہب سے کبھی صلح نہیں کی۔

الغرض جب بھی باغیانِ ملک وملت دین ومذہب اور موذیانِ رسالت کی شرارت سامنے آئی یا ان کے خلاف کوئی تحریک اٹھی تو بلا امتیاز تمام خطوں اور زبانوں کی اقوام وملل نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ ان کے اسی اتحاد واتفاق کی برکت تھی کہ ہمیشہ اعدائے اسلام اور معاندین دین کو شکست فاش ہوئی اور کامیابی وکامرانی نے مسلمانوں کے قدم چومے۔

لہٰذا اس موقع پر تمام مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان کے تمام طبقات کو سو بار سوچنا چاہئے کہ ان کی ترقی معکوس کے کیا اسباب وعلل ہیں؟

اسی طرح راہبرانِ قوم وملت کو بھی اس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ آخر اس قدر دینی وملی انحطاط اور ذہنی وفکری ادبار کس وجہ سے پیدا ہوا ہے؟ کہیں یہ ساری صورت حال ہماری بدعملی اور قوم وملت کی صحیح راہنمائی نہ کرنے کی وجہ سے تو نہیں؟

اس کے اسباب ووجوہ کچھ بھی ہوں، بہرحال ان لوگوں کو بھی اس پر غور کرنا چاہئے... جو کسی کے کہنے یا اشارے پر یہ سب کچھ کررہے ہیں... کہ ان کا یہ طرز عمل خود ان کے دین، ایمان اور آخرت کے لئے کس قدر تباہ کن ہے؟ کیا ان کا یہ طرز عمل انہیں اعدائے اسلام کی فہرست میں شامل کرانے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں میں شمار کرانے کا سبب نہیں؟ نیز یہ کہ اگر خدانخواستہ وہ اسی حال میں مرگئے تو کیا ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا؟ یا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی؟ نہیں، ہرگز نہیں؟

(باقی صفحہ 26 پر)

بارگاہِ اقدس کے مرکزِ تجلیات کا نام بیت اللہ الحرام اور کعبۃ اللہ ہے، صاحبِ استطاعت پر عمر

گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو۔“ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

سربسجود ہوتے ہیں، ایسے مقامِ اقدس کی برکتوں کا کیا کہنا جس مقامِ مقدس پر احادیث نبویہ کے مطابق ایک سو بیس رحمتیں روزانہ نازل ہوتی ہیں:

حجاجِ کرام سے چند شکایتیں، چند ہدایتیں

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

میں ایک مرتبہ اس بارگاہ پر حاضری کا نام حج بیت اللہ ہے جو دین اسلام کا پانچواں رکن اور اہم ترین شعائر اللہ میں شمار ہوتا ہے، قرآن حکیم کی آیات کریمہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ قیامِ عالم اور بقاء کائنات کا ذریعہ ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کا یہ گھر دنیا میں باقی رہے گا، دنیا قائم رہے گی اور جس وقت اللہ تعالیٰ شانہ اس دنیا کو ختم کرنے کا ارادہ فرمائے گا، اس کعبے کو ویران کردیا جائے گا، گویا کعبۃ اللہ اور بیت اللہ میں بقاءِ عالم کا راز ہے، یہ مرکزِ عالم ہے اور اس مرکز کے ختم ہوجانے کے بعد فناءِ عالم کا سلسلہ شروع ہوجائے گا، پھر جس طرح عالم کے ظاہری بقاء کا راز بیت اللہ الحرام کے بقاء میں ہے، ٹھیک اسی طرح روحانی ہدایت ربانی کا سلسلہ بھی اسی بیت اللہ سے قائم ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمانی ہدایت و انوار کا فیضان بارگاہِ عرشِ عظیم سے اس بیت عظیم پر ہوتا ہے اور عالم میں اسی بیت کو منبع ہدایت و چشمۂ ارشاد بنایا گیا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ان اول بیت وضع للناس
للذی ببکۃ مبارکاً وھدی
للعالمین۔“ (آل عمران)

ترجمہ: ”بے شک سب سے پہلا

بیت المعمور جو ساتویں آسمان پر طواف گاہِ ملائکہ ہے، اسی کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے روزِ اوّل ہی سے زمین پر اس مقام کو مرکزِ تجلیات بنایا اور تاریخ انسانی کے ادوار میں بیت اللہ کی تعمیر ہوتی رہی ملائکہ کرام، انبیاء عظام اور مقربین بارگاہ کے طوافوں، نمازوں، دعاؤں اور نالہائے عشق و محبت نے اس کو ایسا بقعۂ نور بنادیا کہ عقل حیران ہے، یہی وجہ ہے کہ عشاق کو نہ طواف سے سیری ہوتی اور نہ دیدار سے اور بیت اللہ کی یہی معنویت ہے، جس کی وجہ سے اسے نمازوں اور نمازیوں کا قبلہ بنا کر مزید بارگاہِ قدس کی تجلیات کا نقطۂ مرکز بنایا گیا، اہل بصیرت جانتے ہیں کہ جہاں کوئی ایک صالح اور مقرب بارگاہ جلوہ افروز ہوتا ہے، وہاں رحمت خداوندی اور انوارِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، پس جہاں فرشتوں، رسل و انبیاء اور مقربین بارگاہ کی دعوات و عبادات و تسبیحات و تہلیلات کا مرکز ہو اس کی برکات کا کیا ٹھکانا، حق تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ کے امیدوار اپنے گناہوں سے توبہ کرکے جہاں عالم کے گوشہ گوشہ سے جمع ہوکر والہانہ انداز میں کبھی آہ و بکا اور گریہ و زاری میں مشغول ہوتے اور کبھی

۶۰ طائفین کے لئے، ۴۰ نمازیوں کے لئے، ۲۰ زائرین و دیدار کرنے والوں کے لئے اس کی مقناطیسی کشش کا کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور جو سعید روحیں تینوں قسم کی عبادتوں سے سرشار ہوں ان کی سعادتوں کا کیا کہنا۔

الغرض کعبہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا اس عالم میں عظیم ترین مرکز، رحمت ازلیہ کا خزانہ، مغفرت و رحمت کا گہوارا اور روحانی سیر و سیاحت کرنے والوں کا ربانی مرکز ضیافت ہے، جہاں ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیض اٹھاتا ہے، اس لئے ہر مستطیع شخص پر زندگی میں اس مقامِ اقدس کی حاضری کے لئے کم از کم ایک مرتبہ کا حکم دیا گیا تاکہ مرکزِ رحمت و مرکزِ تجلیات کے انوار و برکات سے نورِ ایمانی میں مزید روشنی و جلا پیدا ہو اور رحمت ازلیہ کے جلوؤں سے بہرہ نصیب ہو اور اقطارِ عالم کے مسلمانوں کے لئے آہ و بکا سے سامان مغفرت کرنے والوں اور اخلاص و توبہ و انابت الی اللہ والوں کا یہ عظیم الشان اجتماع طرح طرح کی برکات کا وسیلہ بنتا ہے، پھر قدم قدم پر شعائر اللہ کی تقدیس و تعظیم کے جلوے، مقربین بارگاہ کی یادگاریں، کہیں حجر اسود کی نورانیت کا جلوہ، کہیں مقام ابراہیم کی مقناطیسی کشش، کہیں صفا و مروہ و سعی کے انوار و

برکات، کہیں وادیٔ عرفات کی تجلیات، کہیں مزدلفہ و منیٰ کے انوار، غرض قدم قدم پر مغفرت ورحمت کے وعدے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج مادیت کے پُرآشوب دور کے باوجود بھی ہزاروں دلوں میں حج بیت اللہ کی صحیح تڑپ موجود ہے کہ ذرا بھی جس قلب میں ایمان کا نور موجود ہے، حج بیت اللہ کے لئے بے تاب ہے، ظاہر ہے کہ اصلی مقصد تو ان عبادات سے رضائے الٰہی، سامانِ آخرت کی تدبیر اور آخرت کی نعمتوں کا استحقاق ہے، لیکن شریعت مقدسہ اسلامیہ کی یہ جامعیت ہے کہ ان دینی منافع کے ساتھ ساتھ دنیوی منافع بھی وابستہ کر دیئے گئے، دنیائے اسلام کے بہترین دماغ، فکر و سیاست کے ماہرین، ارباب صلاح و تقویٰ، ارباب بیعت و ارشاد، علماء و محدثین، غرض ہر طبقہ اور ہر مزاج کے لوگ پھر عوام و خواص ارباب دولت و ارباب طاقت سب ہی کے عظیم ترین اجتماع کا، جس کی نظیر عالم میں کہیں نہیں ملتی، کس قدر عجیب انتظام ہے ہر ذوق اور ہر مکتب فکر کا شخص اپنی اپنی حاجت و غایت کی تسکین کا سامان کر سکتا ہے، اتحاد عالم اسلامی کے روح پرور مناظر، مشکلات عالم اسلامی کی تشفی انگیز تجاویز اور تعلیم و تربیت اور افادہ و استفادہ کے لئے ایسے قابل غنیمت مواقع کہاں میسر آ سکتے ہیں، بہرحال تجارت و اقتصاد کی تنظیمات ہوں یا علم و معرفت کے خزانے اور ادارت و سیاست کے مسائل ہوں یا اتحاد عالم کے خواب سب ہی کی تکمیل کا سامان یہاں موجود ہوتا ہے، قرآن کریم کے دو لفظوں میں یہ سب کچھ آ گیا ہے:

”واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا۔“ (البقرہ)

ترجمہ: ”اور جب مقرر کیا ہم نے خانۂ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی۔“ (ترجمہ شیخ الہند)

”لیشھدوا منافع لھم۔“ (الحج)

ترجمہ: ”تا کہ پہنچیں اپنے فائدہ کی جگہوں پر۔“ (ترجمہ شیخ الہند)

حج بیت اللہ الحرام مسلمان کے لئے یہ فریضہ ادا کرنا گونا گوں برکتوں کا ذریعہ ہے اور حیرت انگیز نعمتوں کا وسیلہ ہے، باوجودیکہ سابقہ مشکلات ختم ہو گئیں اور بہت کچھ آسانیاں پیدا ہو گئیں ہیں تاہم دور دراز کا سفر ہے ہزاروں، لاکھوں روپے کا خرچ ہوتا ہے، اکثر لوگوں کو زندگی میں ایک ہی مرتبہ جانا میسر ہوتا ہے، اور اب بھی بہت کچھ مشکلات اٹھانا پڑتی ہیں، ایسی صورت میں بے حد ضروری تھا کہ مسلمان اس فریضہ کی ادائیگی میں انتہائی احتیاط برتیں مسائل حج سے کامل واقفیت حاصل کریں، اسی لئے ہر زبان میں مسائل و احکام حج سے متعلق چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہو چکی ہیں تا کہ شرعی قانون کے مطابق صحیح طور پر حج ادا ہو سکے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مخلوق خدا کا یہ عظیم انبوہ جو ملک کے ہر گوشے سے پہنچ رہا ہے اکثر و بیشتر اس فریضہ کے احکام و مسائل سے بالکل بے خبر ہے، سنن و مستحبات تو در کنار فرائض و واجبات سے بھی غافل ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اتنا ہی نہیں کہ محظورات و ممنوعات کا برابر ارتکاب ہوتا رہتا ہے بلکہ اور تمام گناہوں تک سے بچنے کا ذرہ برابر اہتمام نہیں ہوتا، نمازوں کی ادا کرنے میں تقصیر، جماعت کی پابندی میں کوتاہی، حالانکہ ایک فرض نماز بھی حج سے بدرجہا زیادہ اہمیت رکھتی ہے اگر بغیر عذر شرعی ایک نماز بھی قضا کی تو حج قبول ہونے کی توقع مشکل ہو جاتی ہے، سفر میں خصوصاً احرام باندھنے کے بعد بجائے تلبیہ کہنے اور ذکر اللہ کرنے کے عام طور پر غیبتیں کرتے ہیں، بکواس بکتے رہتے ہیں، نہ زبان پر قابو، نہ نگاہ پر قابو، نہ ہاتھ پاؤں پر، بلکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ مسجد حرام میں بیٹھے ہیں، نماز کا انتظار ہو رہا ہے اور فضولیات بک رہے ہیں غیبت میں مبتلا ہیں، حالانکہ زندگی کے اس عظیم مرحلے پر پہنچ کر تو تمام اوقات عبادت اور توبہ و استغفار، انابت الی اللہ سے معمور ہونے چاہئیں تا کہ ان مقدس مقامات کی برکات سے مالا مال ہوں، گناہوں سے پاک و صاف ہو کر ایسے واپس ہوں جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے ولادت ہوئی ہے دنیا میں دوبارہ آئے ہیں۔

بعض حضرات مستحبات و آداب میں غلو کرتے ہیں، لیکن فرائض و واجبات میں تقصیر کرتے رہتے ہیں اور دور حاضر کے اکثر حجاج کو دیکھ کر تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید کسی میلہ یا تماشا کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، عورتوں پر پردہ فرض ہے مگر حرمین شریفین میں پہنچ کر اکثر عورتیں بلکہ ۹۹ فیصد برقع پوش عورتیں بھی برقع پھینک کر بے حجاب ہو جاتی ہیں اور اس طرح ”گناہ کبیرہ“ کی مرتکب ہوتی ہیں نہ صرف بے حجاب بلکہ بسا اوقات نیم عریاں لباس میں بیت اللہ کا طواف کرتی ہیں اور افسوس اس کا ہے کہ نہ شوہر اور نہ ان کے محرم حضرات اس بے حجابی کو روکنے کی تدبیر کرتے ہیں، نہ حکومت کی طرف سے اس پر کوئی پابندی عائد کی جاتی ہے، بے محابا مردوں کے درمیان گھستی ہیں، حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے مردوں کی دھکا پیل میں جان بوجھ کر گھستی ہیں اور پستی ہیں اجنبی مردوں کے ساتھ شدید و قبیح اختلاط میں مبتلا ہوتی ہیں، یہ سب حرام ہے گناہ کبیرہ ہے، ایسا حج کہ جس میں اول سے آخر تک محرمات اور کبائر سے احتراز نہ ہو سکے کیا توقع ہے کہ وہ حج قبول ہوگا؟ ”حج مبرور“ کے لئے جزائے جنت بے شک ہے لیکن حج مبرور کیسے ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے حج مبرور کا بیان فرمایا ہے کہ حج کرے اور اس میں کوئی بھی بے حیائی کا کام نہ کرے، کوئی گناہ نہ کرے، تب گناہوں سے پاک وصاف ہوگا جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے۔

پاکستان وہندوستان کی بعض عورتیں مصروشام وغیرہ بعض ملکوں کی عورتوں کو دیکھ کر کہ وہ بے پردہ ہیں خود بھی پردہ اٹھادیتی ہیں اور حرم میں اس طرح آتی ہیں جیسے تمام مردان کے محرم ہیں یا وہ گھر کے صحن میں پھر رہی ہیں، لیکن یہ انتہائی حماقت ہے، اگر کوئی قوم کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس سے وہ گناہ جائز نہیں ہوجاتا، پھر دیکھا یہ گیا ہے کہ ان کی بے پردگی یعنی چہرہ کا کھلا ہونا ایک خاص سنجیدگی اور وقار کے ساتھ ہوتی ہے، لباس بھی ان کا سر سے پاؤں تک باحجاب ہوتا ہے، پاؤں تک میں موزے ہوتے ہیں، لیکن پاکستانی عورتوں کا خصوصاً پنجاب وسندھ کی عورتوں کا لباس تو انتاہی بے حیائی کا ہوتا ہے، تمام نسوانی اعضاء نمایاں ہوتے ہیں، بے محابا سینہ تان کر چلتی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عورتیں بھی اس بے حیائی کی وجہ سے معصیت وفسق میں مبتلا ہوتی ہیں ور ان کے شوہر بھی ان کی اس بے حجابی پر گناہگار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ ان کو مطلق منع نہیں کرتے کوئی اصلاح نہیں کرتے، نہ روکتے ہیں، یہ تو کھلی بے حیائی اور بے غیرتی ہے۔

ان سب سے بڑھ کر ایک اور عام ابتلا یہ ہے کہ تمام عورتیں پنج وقتہ نمازوں میں مردوں کی طرح حرم میں پہنچتی ہیں باوجودیکہ عورتوں کے لئے دروازے بھی مخصوص ہیں اور نماز پڑھنے کی جگہیں بھی متعین ہیں مگر حج کے زمانہ میں چونکہ اژدہام بے حد ہوتا ہے مستقل جگہ پر نہیں پہنچ پاتیں تو مردوں کے درمیان صفوں میں کھڑی ہوجاتی ہیں اور نماز پڑھنا شروع کردیتی ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح اپنے وطن میں عورتوں کو تنہا نماز گھروں میں پڑھنا افضل ہے، اسی طرح مکہ ومدینہ میں بھی عورتوں کے لئے نماز گھروں میں تنہا بغیر جماعت افضل ہے اور مکہ ومدینہ میں نماز کا جو ثواب حرم اور مسجد نبوی کا ہے وہ ان کو گھروں پر پڑھنے میں اس سے زیادہ ملتا ہے جو مسجد میں مردوں کو ملتا ہے، ایسی صورت میں حرمین شریفین میں عورتوں کو نماز گھروں میں ہی پڑھنی چاہئے، بالفرض کسی وقت بیت اللہ کے دیکھنے کی غرض سے یا طواف کرنے کی غرض سے مسجد حرام میں یا صلوٰۃ و سلام کی غرض سے مسجد نبوی میں آئیں اور نماز باجماعت پڑھ لیں تو ادا ہوجاتی ہے، بشرطیکہ مردوں کے درمیان نہ کھڑی ہوں، ایک عورت اگر مردوں کے درمیان کھڑی ہوجاتی ہے تو تین مردوں کی نماز خراب ہوجاتی ہے، دائیں بائیں کے دو مردوں کی، اس کی محاذات (سیدھ) میں جو مرد کھڑا ہے اس کی بھی، تینوں کی نمازیں فاسد ہوگئیں، بالفرض بغیر ارادے کے کوئی عورت اتفاقیہ طور پر عین نماز کے وقت صفوں کے درمیان پھنس جائے اور نکلنا دشوار ہوجائے یا طواف کرنے کے درمیان نماز کھڑی ہوجائے تو اس وقت اس کو خاموش بغیر نماز کے جہاں بھی ہو بیٹھ جانا چاہئے نماز کی نیت ہرگز نہ کرے ورنہ مردوں کی نماز بھی خراب ہوگی، جب امام نماز سے فارغ ہوجائے تو پھر تنہا وہیں وہ اپنی نماز ادا کرلے، عورتوں کو بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے بھی ایسے وقت میں جانا چاہئے، جب نماز کا وقت نہ ہو، اس وقت نسبتاً بھیڑ بھی کم ہوتی ہے اور اگر اتفاقاً نماز کا وقت ہوجائے تو اذان ہوتے ہی جلدی جلدی طواف پورا کرکے یا طواف درمیان میں چھوڑ دیں اور جتنے شوط (چکر) رہ گئے ہیں وہ نماز کے بعد جہاں چھوڑے تھے وہیں سے پورے کردیں یا اسی طواف کو دوبارہ کرلیں، بہرحال گناہ سے بچنا بے حد ضروری ہے اور بھی بہت سی کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن ان سب میں نماز اور بے پردگی کا مسئلہ میرے خیال میں سب سے زیادہ اہم ہے۔

بہرحال حج ایک ایسا اہم فریضہ ہے جو زندگی میں بار بار ادا کرنا بے حد مشکل ہے، اس لئے چاہئے مرد ہوں یا عورتیں انتہائی احتیاط کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوں۔

نیز یہ بھی خیال رہے کہ بعض عورتیں اپنے ملکوں میں بھی پردہ نہیں کرتیں اور گویا مستقل طور پر بے پردہ رہتی ہیں، بلاشبہ یہ گناہ عظیم ہے اور ایک فرض حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن انہیں بھی حج بیت اللہ کے سفر میں تو چاہئے کہ اس گناہ عظیم سے بچیں تاکہ یہ فریضہ تو صحیح طریقے سے ادا ہو، آج کل بہت سی عورتیں بغیر محرم کے سفر کرتی ہیں، یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے جس عورت کا کوئی محرم نہ ہو اس پر حج فرض ہی نہیں ہوتا بلکہ اگر محرم ہو بھی لیکن حج پر قادر نہ ہو یا عورت اس کے مصارف برداشت کرنے کے قابل نہ ہو تب بھی حج فرض نہ ہوگا، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ حج بھی فرض نہ ہو اور پھر وہاں جاکر حج میں اتنی فروگزاشتیں بھی ہوں؟ جب شرعاً اس کے ذمہ حج فرض ہی نہیں ہے تو یہ حج کا سفر کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ حج بیت اللہ میں حجاج کرام سے اس قسم کی کوتاہیوں اور خلاف شرع حرکتوں کی وجہ سے ہی حج کی برکتیں ختم ہوتی جاتی ہیں اور باوجود حجاج کی کثرت کے امت جس مقام پر کھڑی ہے وہاں سے روزافزوں تنزل میں جارہی ہے اگر اتنی کثرت سے حجاج کرام صحیح طریقہ پر یہ فریضہ ادا کرتے اور ہم سب کا حج بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتا تو شاید دنیا کا نقشہ ہی بدل جاتا، حق تعالیٰ شانہ مسلمانوں کو صحیح فہم اور توفیق خیر نصیب فرمائیں۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

عہدِ نبوی کی سیاسی حکمت عملی

ڈاکٹر حمید اللہ خان

ایک شخص جس کو وطن میں جان کے لالے پڑے ہوں، صرف ایک رفیق کے ساتھ غاروں میں چھپتا، نامانوس اور دشوار گزار راستوں پر چلتا، سینکڑوں میل دور جا پناہ گزیں ہوا ہو، وہ دس ہی سال بعد جب انتقال کرتا ہے، تو دس لاکھ مربع میل کے علاقہ پر حکمراں ہو چکا تھا۔

پھر اس علاقہ میں جہاں اس سے پہلے کبھی سیاسی مرکزیت آئی ہی نہ ہو اور ملک قبائلی سطح تمدن سے بلند نہ ہو سکا، اس مزاج میں ایک راج قائم کرے اور بغیر نمونے کے ایک باقاعدہ مملکت کی ضرورت کی ہر چیز رائج کرے اور ایک ایسی حکومت قائم کرے، جس کا آغاز ایک شہر کے چند محلوں سے ہو اور جو ستائیس ہی سال میں دنیا کے دو عظیم ترین شہنشاہوں سے وقت واحد میں لڑ کر، بیسیوں دیگر سلطنتوں کو شکست دے کر، ایشیا، افریقہ اور یورپ کے تین براعظموں پر پھیل جائے۔

اس سیاست کا مطالعہ صرف ایک عظمت ماضیہ کا مطالعہ ہی نہیں ہے، بلکہ ایسی شخصیت کے کارناموں کا مطالعہ ہے، جس کے ہر قول و فعل کو اب بھی دنیا کی چوتھائی آبادی اپنا قانون اور اپنا اسوۂ حسنہ سمجھتی ہے، اگرچہ انسانوں کا یہ گروہ دنیا کی چوتھائی آبادی ہی پر مشتمل ہے، لیکن ایک تو یہ مشارق الارض سے مغارب الارض تک پھیلا ہوا ہے، دوسرے پرانی دنیا کی اکثر اہم شاہراہوں پر بساتا نہیں تو سکوٹ قابض ہے، تیسرے زیادہ تر جنگی نسلوں پر مشتمل ہے، چوتھے عظیم الشان قابل رشک تاریخ رکھتا ہے، جس کے پچھلے کارہائے نمایاں ہمیشہ امکانات کے خوش آیند ارادے اور ولولے پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پانچویں یک نسلی نہ رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ اس کا کوئی نہ کوئی جزو "اتفاقی انحطاط" کو ختم کرکے، نئی زندگی کا ثبوت دیتا رہتا ہے، چھٹے ابھی اس کا پھیلاؤ رکا نہیں اور انتہائی ناسازگار مقدموں میں زبردست اور منظم حریفوں کو شکست دے رہا ہے اور ساتویں اس کے پرانے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کے قاعدے، متمدن ممالک میں بھی ضروریات حاضرہ کے مطابق خیال کئے جا رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

ان میں سے کندہ عرب کے انتہائی جنوب میں رہتے تھے، کلب انتہائی شمال میں دومۃ الجندل میں بستے تھے، بنی حنیفہ بحرین کے پاس انتہائی مشرق میں رہتے تھے، ان کے علاوہ وہاں یمن کے، مدینہ کے، غرض عرب کے ہر حصہ کے لوگ آتے تھے اور یہ ہر سال ہوتا تھا۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو ۹ ہجری تاریخ اسلام میں "عام الوفود" (سفارتوں کا سال) کے نام سے مشہور ہوا، کیونکہ عرب کے ہر حصہ سے مدینہ میں سفارتیں ٹوٹ پڑیں اور فاتح مکہ کی حکومت کو ماننے کا اعلان کرتی گئیں اور یہ سفارتیں عرب کے ہر حصہ سے آئی تھیں۔

جیسا کہ اوپر عرض ہوا، سیاست نبوی کے چند اصول عام اور ہمہ گیر تھے، پہلے انہی کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے، یہ مکہ سے بھی مقابلہ کرنے میں اتنے ہی ملحوظ رہے، جتنے دیگر سیاسی وحدتوں کے سلسلہ میں:

تبلیغ رسالت: سب سے پہلا اصول جو ہر حالت میں پیش نظر رہا، وہ یہ تھا کہ جس مشن اور مقصد کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تھے، اس کی اشاعت ہو، اس غرض کے لئے مالی منفعت اور خواہش انتقام کو نظرانداز کرنا بھی گوارا کیا جاتا تھا، چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مکہ کو بلاشرط اور زور فتح کرلیا تو یہ بہت آسان تھا کہ اس مال دار شہر کو آپ لوٹ لیتے اور مہاجرین کی مغصوبہ جائیدادوں اور دیگر کثیر جسمانی اور مالی نقصانوں کا بدلہ لیتے، ابوسفیان گرفتار ہو کر ہاتھ آئے تو کچھ نہیں تو ان سے چند ہزار کا فدیہ ہی طلب کرتے، اس کی مزید مثالیں ہیں، جمع کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

اندرونی استحکام: کوئی بڑی سی سلطنت بھی جو سخت اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو، آخر حقیر اور کمزور دشمنوں تک کا مقابلہ نہیں کرسکتی، تاریخ عالم اس کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے، یہاں اس اصول مسلمہ کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ دکھانا ہے کہ ناگزیر باہمی اختلافات کو کس طرح روکا یا دور کیا جاتا تھا اور کس طرح اختلافات کو مٹانے سے اپنی قوت میں اضافہ ہوتا تھا، جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرت کر کے مدینہ آئے ہیں تو مسلمانان مدینہ اوس اور خزرج کے دو رقیب خون کے پیاسے گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور ابھی بعاث کی معرکہ آرائی کا خون بھی خشک نہ ہوا تھا، ان دونوں متصادم قوتوں کی سرداری کوئی قابل رشک حالت نہیں کہی جاسکتی، جس طرح آج اسلامی مبلغین کو ممالک متحدہ امریکا میں ایک حل نہ ہونے والی گتھی سے سابقہ ہے کہ وہاں حبشیوں میں تبلیغ کرو تو وہ کہتے ہیں آمنا، لیکن آپ گوروں کی سطح پر اتر آنے والی تنگ انسانیت قوم کو، اسلام کے برکات سے ہرگز متمتع نہ ہونے دیجئے اور گورے تو مسلم نہیں چاہتے کہ حبشی بھی مسلمان ہو کر ان سے سماجی مساوات حاصل کرلیں، عرب کے خانہ بدوش آج بھی اپنے حضری اور بستیوں میں رہنے والے بھائیوں کو سخت حقارت سے دیکھتے ہیں، عہد نبوی میں تو حضری آبادی آج سے بھی کم تھی، فوجی مہموں میں بدوی رضا کاروں کا ضبط جیسی صبر آزما چیز ہوگی محتاج بیان نہیں۔

سب سے مقدم یہ کہ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں ایک مزاج تھا، ایک شہری مملکت تک نہیں پائی جاتی تھیں۔ چند مدنی عرب قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور چند میں اب تک اسلام پوری طرح نہیں پھیلا تھا، ان کے ساتھ ہمسایہ میں ہزاروں کی تعداد میں یہودی رہتے تھے، جو زراعت، تجارت، صنعت، غرض جملہ معاشی زندگی پر حاوی تھے، ان میں بھی آپس میں خون ریزی اور انسٹ رقابتیں تھیں اور ان کا اپنا ایک مذہب اور تمدن تھا، اور ان کے اسلام قبول کرنے کی اتنی بھی توقع نہ تھی، جتنی لامذہب بدوؤں کی، ان سب کے ساتھ سینکڑوں مہاجرین تھے جو مکہ کے بیسیوں قبائل سے تعلق رکھتے تھے، ان تمام عناصر میں ایک وفاقی وحدت پیدا کرنا اور مدینہ میں ایک شہری مملکت قائم کر کے اس کا ایک دستور مرتب کرنا اور اس کے ذریعہ داعی ورعایا کے حقوق وفرائض کا تعین کرنا اور پھر ان تمام متصادم اور ضائع ہونے والی توانائیوں کو ایک مرکز پر لاکر، ان سے مفید کام لینا، یہ ابتداً سیاست خارجہ ہی کے مسائل تھے اور طے ہونے کے بعد اندرونی مسائل بن گئے۔

مدینہ کی حفاظت کے لئے علاوہ اس اندرونی استحکام کے اس کی ضرورت تھی کہ آس پاس کے قبائل سے دوستی کی جائے۔ چنانچہ ہجرت کے چند مہینے بعد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے جنوب مغربی اور ساحل سے متصل علاقہ کا بار بار دورہ شروع کرتے ہیں اور ینبوع وغیرہ میں رہنے والے قبائل سے معاہدہ کرتے ہیں کہ ان پر کوئی حملہ کرے تو مسلمان ان کو مدد دیں گے اور مسلمانوں پر کوئی حملہ کرے تو یہ مدد کو آئیں گے، بعض معاہدات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے کی شرط منظور کی گئی تھی، بعض میں اتنی پابندی نہ تھی اور قبیلہ غیر جانبدار رہنے پر آمادہ ہوا تھا، بعض میں مسلمانوں کی دینی لڑائیوں میں، ان قبائل کو مدد دینے کی پابندی سے مستثنیٰ کیا گیا تھا، بہرحال مدینہ کے چاروں طرف دوستوں میں اضافہ اور مخالفوں میں کمی کی مسلسل کوشش جاری رہی۔

ایک اور اصول یہ قرار دیا گیا تھا کہ عرب میں جو شخص یا خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو وہ ہجرت کر کے مدینہ یا مضافات میں آبسے، یہ سیاست فتح مکہ تک باقی رہی (ولا ہجرت بعد الفتح، مشہور حدیث اسی سیاست کے اختتام کا اعلان تھی) اور بہت کم اس سے استثناء منظور کیا جاتا تھا، اس سیاست کا نتیجہ دوگونہ تھا، مسلمان فوج کے لئے محفوظ رضا کاروں میں روز افزوں اضافہ اور ان نو مسلموں میں اسلام کی گہرائی۔

انسانی خون کی عزت: عہد نبوی میں دس سال میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا، جس میں یقیناً کئی ملین آبادی تھی، اس طرح روزانہ تقریباً (۲۷۴) مربع میل کے اوسط سے، دس سال تک فتوحات کا سلسلہ ہجرت سے وفات تک جاری رہا، ان فتوحات میں دشمن کا ماہانہ ایک آدمی قتل ہوا، اسلامی فوج کا نقصان اس سے بھی کم ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے: ''انا نبی الرحمۃ انا نبی الملحمۃ''... میں رحمت کا پیغمبر ہوں، میں جنگ کا پیغمبر ہوں... اس کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہوسکتا ہے، دشمن کے (۷۰) آدمیوں کا مارا جانا، جنگ بدر میں سب سے بڑی تعداد ہے، یاد رہے کہ یہ عہد نبوی کی سب سے پہلی جنگ تھی۔

فنون حرب کی ترقی واستفادہ: دشمن کو بے بس کردینے اور ساتھ ہی خون ریزیوں کو کم ترین حد تک گھٹادینے کے لئے ایک ہی طریقہ ہوسکتا ہے کہ فنون حرب میں اتنا کمال حاصل کیا جائے کہ حریف مقابلہ ہی نہ کرسکے، اس غرض کے لئے ہر اچھی چیز چاہے کسی ملک کی ہو اختیار کی گئی۔

عربوں میں صف بندی کا رواج نہ تھا، جوش کا بے وقت اور بے محل استعمال اور اسلحہ کا بیکار خرچ بھی عام چیز تھی، جنگ بدر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سپاہیوں میں صف بندی شروع کردی تھی اور معائنہ میں جو شخص آگے پیچھے نظر آتا تھا، اسے درست کیا جاتا تھا (حوالہ ابن ہشام)، فتح مکہ کے وقت تو صف آرائی ایک مخصوص افسر کے سپرد ہوگئی تھی، جو وازع کہلاتا تھا (حوالہ طبری) ہر فوج کا مہم پر روانگی سے پہلے شہر کے باہر جائزہ (عرض) ہوتا تھا اور کم عمر رضا کار یا سواری یا اسلحہ نہ رکھنے والے اور نامناسب افراد (مثلاً مشرکین، یہودی وغیرہ) واپس کردیئے جاتے تھے (حوالہ ابن ہشام ابن سعد طبری وغیرہ) جنگ بدر میں صف آرائی کے بعد جو جامع ہدایات دی گئی تھیں، وہ یہ تھیں کہ جب تک میں حکم نہ

دوں، کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے، دشمن دور ہو تو تیر چلا کر بیکار ضائع نہ کرے، بلکہ زد پر آئے تو مارے، اس سے قریب آئے تو پتھر پھینک کر مارے، اس سے بھی قریب آئے تو نیزہ اور پھر تلوار چلائے، وردی کی غیر موجودگی میں اور شبخون کی ضرورتوں کے لئے اسلامی سپاہیوں کے لئے شعار (واچ ورڈ) مقرر کئے گئے تھے اور ہر دو بدو مقابلہ کے وقت سپاہی اسے دوہراتا اور حریف وہ لفظ نہ دوہراتا تو اطمینان ہو جاتا کہ وہ رفیق نہیں ہے بلکہ دشمن۔ (حوالہ ایضاً)

خندق کے ذریعہ محصور شہر کی مدافعت اسی اصول کی ایک دوسری مثال ہے، چنانچہ جنگ خندق میں شہر مدینہ پر دشمن کو حملہ آور ہونے سے اسی کے ذریعہ روک کر، ناکام واپس کیا گیا۔

خیبر کی لڑائی میں منجنیق سے دشمن کے محصور قلعہ میں پتھر برسائے گئے تھے، طائف کے محاصرہ میں مزید براں دبابے بھی استعمال کئے گئے تھے، جو ترقی پا کر زمانہ حال میں خود بخود حرکت کرنے والے ٹینک کی صورت میں نظر آتے ہیں، دبابہ ایک پہیئے والی گاڑی ہوتی ہے، جس کے اوپر بیل کا یا کوئی اور موٹا چمڑا منڈھ دیا جاتا ہے تاکہ اندر رہنے والے آدمیوں کو تیروں سے صدمہ نہ پہنچایا جا سکے، فصیلوں کو کھودنے اور اس کی مماثل کام کرنے کے لئے اسے کام میں لیا جاتا تھا، طائف میں منجنیق کے علاوہ عرادہ بھی برتا گیا، جو منجنیق ہی کی طرح پتھر وغیرہ پھینکتا تھا، فوجوں کی مشقیں، گھوڑوں، اونٹوں، گدھوں وغیرہ کی دوڑ، تیر اندازی کے مقابلے اور فوجی اسپرٹ وغیرہ ایک مستقل مضمون کے محتاج ہیں، نمازوں کے ذریعہ صف بندی، روزہ کے ذریعہ ہر موسم میں سپاہیوں کو بھوک پیاس کی مشق، حج کے ذریعہ عرفات، وغیرہ کے بے آب و گیاہ علاقوں میں کوچ اور قیام کی عادت وغیرہ ان کے علاوہ ہیں، سرکاری اصطبلوں، محفوظ چراگاہوں اور اسلحہ خانوں کا قیام بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے۔

خبر رسانی اور ناکہ بندی: ایک اور چیز جو عام تو تھی، لیکن جس کا قریش کے سلسلہ میں بہت مکمل مظاہرہ ہوا، وہ یہ ہے کہ دشمن کی ہر نقل و حرکت سے پوری طرح باخبر رہیں اور اپنی نقل و حرکت سے آخر وقت تک بے خبر رکھیں۔

اس غرض کے لئے مکہ میں بھی آپ کے نامہ نگار متعین تھے، خندق کے معرکے میں، قریش نے مدینہ کے شمال کے قبائل غطفان وغیرہ کے دس ہزار کے جم غفیر کے ساتھ حملہ کیا تھا، اتنا بڑا لشکر عرب میں غیر معمولی بات تھی، اتفاق سے اسی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے شمال میں دومۃ الجندل کی طرف گئے ہوئے تھے، آپ ﷺ کا آدھے راستہ سے واپس آ جانا اور محاصرہ کنندوں کے پہنچنے سے پہلے دو ہفتے کی مہلت پا کر خندق کی کھدائی کو مکمل کرنا، خبر رسانی کے عمدہ انتظام پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح فتح مکہ کی مہم کی تیاری ایک شخص نے مدینہ سے قریش کو لکھ بھیجی تو پیام رساں راستہ میں پکڑا گیا، اپنی خبروں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ناکوں کی بندش (حبس طرق) جتنی مکمل ہو چکی تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دس ہزار کا لشکر مدینہ سے مکہ کی طرف چلتا ہے اور مضافات مکہ میں پڑاؤ ڈالنے سے پہلے دشمن کو خبر نہیں ہوتی، اس کا ایک اور طریقہ، غلط سمت میں جانے کی خبر مشہور کرنا تھا کہ دشمن مغالطہ میں مبتلا ہو جائے اور غلط سمت میں سفر کے چکر کھا کر منزل مقصود پر پہنچنا بھی ہر وقت زیر عمل تھا اور مورخین نے صراحت سے لکھا ہے کہ صرف تبوک کے مہم میں سفر کی درازی اور موسم کی خرابی کے باعث سپاہیوں سے پہلے ہی کہہ دیا جاتا تھا کہ کہاں جانا ہے ورنہ ہمیشہ توریہ (دکھاوا) کیا جاتا تھا۔

(جاری ہے)

قادیانیت سے تائب ہونے والے کا قبولِ اسلام

لاہور..... سید برہان احمد (سابق قادیانی) نے حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب کے ہاتھ پر ۲۵/ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اپنے قبول اسلام کے اقرار نامہ میں کہا کہ میں سید برہان احمد ولد سید عزیز احمد ساکن A-73 وحدت کالونی لاہور، سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میں نے قادیانیت سے توبہ کر لی اور سچے دل سے اسلام قبول کر لیا، میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے اور جو آدمی نبوت کا دعویٰ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، خاص طور پر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو (قادیانی یا لاہوری) دائرہ اسلام سے خارج جہنمی اور لعنتی سمجھتا ہوں۔ میرا قادیانی جماعت سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ میں نے ان گواہان (نذیر احمد خان، محمد سلیم خان) کی موجودگی میں سچے دل سے قادیانیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔

بدست: مفتی شیر محمد علوی (سابق مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور، مفتی دارالافتاء تبلیغی کرم آباد وحدت روڈ لاہور) اللہ تعالیٰ مجھے استقامت نصیب فرمائے۔ بجاہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے راہنما مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا محمد عمران ساقی اور مولانا عمر حیات فاروقی نے سید برہان احمد (سابق قادیانی) کو مسلمان ہونے پر مبارک پیش کی اور اس خوشی کے موقع پر دوست واحباب میں مٹھائی تقسیم ہوئی اور آخر میں سید برہان احمد کی استقامت کے لئے دعا کی گئی اور ان کو ختم نبوت کا کام کرنے کی تاکید کی گئی۔

ترانۂ ختم نبوت

ہم ختم نبوت کی شمعیں ہر سمت جلاتے جائیں گے
ہر نقشِ ظلمتِ کفر کو یوں، ہم بزمِ جہاں سے مٹائیں گے

شیطان کے چیلوں کو ایسے تگنی کا ناچ نچائیں گے
ہم ہر متبنّی سرکش کو عبرت کا باب بنائیں گے

بوبکرؓ و خالدؓ کے خادم، تاریخ سلف دہرائیں گے
آماج گہِ آشوب و فتن کی اینٹ سے اینٹ بجائیں گے

باطل کے سنگین قلعوں کو ہم خاک میں ایسے ملائیں گے
ابنائے مسیلمہ و اسود کے ہوش و حواس اڑ جائیں گے

تکمیل ایوانِ رسالت کی، جب ختم رسل سے عبارت ہے
طرار تجاوز کار بھلا، خمیازہ کیوں نہ اٹھائیں گے

یوں سر بگریباں کریں گے ہم فتنہ گران عالم کو
کردار کے آئینے میں وہ، منہ دیکھتے خود شرمائیں گے

برہان کتاب و سنت کا، ادراک اگر ہم عام کریں
شیطاں کی دسیسہ کاری کے سب پیچ و خم کھل جائیں گے

تزویر و دعاوی سب ان کے، دراصل ہیں مکڑی کے جالے
افکار و دلائل سے ان کے، ہم آئینہ ان کو دکھائیں گے

ایوانِ نبوت کی عظمت پر، حرف نہ آنے دیں گے ہم
یوں ختم نبوت کا پرچم، آفاق میں ہم لہرائیں گے

ہر گوشہ عالم میں کیا کیا، سرگرم ہیں اہلِ حرص و ہوا
ایجنٹ یہود و نصاریٰ کے، کب تک یوں خیر منائیں گے

فیروزؓ و وحشیؓ کے پیرو، کیوں مست خیال و خواب میں ہیں
طاغوت کے رقصِ بسمل کا، نظارہ وہ کب دکھلائیں گے

ہر ایک مقنّع کے رخ سے، ہم نوچیں گے ایک ایک نقاب
بہروپیوں کے ہر روپ کا، ہم احوال تمام سنائیں گے

یہ سبزۂ بیگانہ ہی متینؔ آرائش باغ میں حائل ہے
ان حشو و زوائد کو آخر کب آپ ٹھکانے لگائیں گے

پروفیسر محمد بشیر متین فطرت، لاہور

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.COM
WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO
WWW.LAOLAK.INFO

قسط:۲

دربارِ رسالت کے سفیر

سیّدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ

علامہ مولانا محمد عبداللہ

درباریوں کا رویہ

اس کے بعد قیصر نے نامۂ اقدس منگوایا اور جو پڑھ کر سنایا گیا، اہلِ درباریوں تو ابوسفیان سے قیصر کی گفتگو سن کر ہی برافروختہ ہو رہے تھے، اب خط کا مضمون سنا تو بے حد برہم ہوئے، دربار میں شور و شغب شروع ہو گیا، جس کے بعد قیصر نے ابوسفیان اور اس کے رفقاء کو باہر بھیج دیا۔ (ملاقات کی یہ تفصیل صحیح بخاری جلد اول ص:۴، اور ۴۱۲ سے لی گئی ہے)۔

سیرت حلبیہ میں اتنا اضافہ ہے کہ جب ابو سفیان نے یہ محسوس کیا کہ قیصر روم کا دل اسلام کی طرف مائل ہو رہا ہے تو کہا: جناب والا! اس شخص کی کیا پوچھتے ہیں؟ وہ تو ایسی ایسی باتیں بیان کرتا ہے جو عقل کے خلاف ہوتی ہیں جب وہ مکہ میں رہتا تھا تو ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ رات مجھے مسجد حرام سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں کے اوپر تک لے جایا گیا۔ قیصر نے ابھی کوئی رائے نہیں دی کہ بیت المقدس کا متولی ابن ناطور عرض گزار ہوا، اس سلسلہ میں ایک بات تو ہمارے ساتھ گزری ہے، وہ یہ کہ رات کو میں ہمیشہ بیت المقدس کے دروازے بند کرا دیا کرتا ہوں مگر ایک رات ایسا ہوا کہ میں دروازے بند کرانے لگا تو ایک دروازہ ہماری سرتوڑ کوشش کے باوجود ہم لوگوں سے بند نہ ہو سکا، ہم نے اسے کھلا چھوڑ دیا، صبح آ کر ہم نے عجیب بات دیکھی کہ دروازے کے پاس کسی جانور کے پاؤں کے نشانات ہیں اور قریب کے پتھر سے ایسا لگتا تھا کہ اس کے ساتھ کسی جانور کو باندھا گیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی رات کا واقعہ ہے جس کا ذکر ابوسفیان کر رہا ہے، ابوسفیان کی یہ تدبیر بھی الٹی ہو گئی۔

بہر کیف! جب ابوسفیان دربار سے باہر آئے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے عجیب بات ہے ابو کبشہ کے بیٹے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں) کا معاملہ بہت اہمیت حاصل کر چکا ہے، دیکھو تو سہی آج دنیا کا سب سے بڑا فرمانروا روم کا بادشاہ بھی اس سے ڈر رہا ہے۔ (بخاری شریف)

ہرقل کا تبصرہ سن کر ابوسفیان نے رائے ظاہر کی کہ میں نے اس سے زیادہ کوئی ہوشیار اور معاملہ فہم آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ (فتح الباری ص:۳۹، ج:۱)

قیصر کی تائید مزید

رومیہ، رومی مملکت کا ایک شہر تھا، وہاں کا جو حاکم تھا، وہ بڑا صاحب علم تھا اور اسے حکومتی منصب کے ساتھ دینی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت حاصل تھی فتح الباری میں اس کا نام ضغاطر لکھا ہے، بیت المقدس کے دربار کے بعد قیصر نے سیدنا دحیہ کو ضغاطر کے نام ایک خط دے کر رومیہ روانہ کیا اور تاکید کی کہ اس کا جواب لے کر میرے پاس آنا، قیصر کا مقصد ضغاطر کی رائے معلوم کرنا تھا، دحیہؓ وہاں پہنچے اور اس سے ملے، اس نے حالات سن کر کہا: واقعی تمہارے بھیجنے والے نبی ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہی کے بارے میں بشارت دی تھی، پھر ضغاطر نے کپڑے تبدیل کئے، سفید لباس پہن کر باہر آیا، رومیوں کے مجمع میں تقریر کی، خود کلمہ شہادت پڑھا اور انہیں بھی اسلام کی دعوت دی، مگر رومی بگڑ گئے، یہاں تک کہ مار مار کر اسے ہلاک کر دیا، حضرت دحیہؓ اس کا جواب لے کر قیصر کے پاس واپس آ گئے وہ حمص کے شہر میں مقیم تھا، اس نے مفصل حال سنا تو حضرت دحیہؓ سے کہا: دیکھ لیا تم نے؟ سمجھتا میں بھی ہوں، واقعی تمہارے بھیجنے والے نبی ہیں، لیکن کیا کروں؟ اگر میں ایمان لے آؤں تو مجھے بھی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے اور حکومت تو جاتی ہی رہے گی۔

اس کے بعد قیصر نے حمص ہی میں اپنے درباری امراء کو ایک محل کے اندر بلایا محل کے دروازے بند کرا دیئے اور یوں امرائے سلطنت سے مخاطب ہوا:

> ”اگر تم کامیابی اور ہدایت چاہتے
> ہو اور تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری سلطنت
> برقرار رہے تو اس نبی کی پیروی کر لو۔“

اب وہ درباری وحشی جانوروں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے، ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیا، آگے سے دروازے بند تھے جب ہرقل نے یہ صورت حال دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوا تو (ملازموں سے) کہا: انہیں واپس بلاؤ اور پھر بات کا رخ بدلا، کہا: میں نے تو تمہیں آزمانا چاہا تھا کہ تم کس حد تک اپنے دین پر پختہ ہو؟ تو میں نے دیکھ لیا ہے یوں حب جاہ ہرقل کے لئے ایمان لانے سے حائل ہوا اور وہ متاع آخرت سے محروم رہ گیا۔

(بخاری مع فتح الباری)

آنحضرت ﷺ کے دو وزیروں کا ذکر

حافظ ابن الجوزی چھٹی صدی ہجری میں ایک نامور محدث گزرے ہیں وہ روایات قبول کرنے میں

بڑے ہی متشدد اور سخت مزاج واقع ہوئے ہیں بعض اوقات اچھی بھلی صحیح روایات کو موضوع قرار دے دیتے ہیں، ایسے محدث کا کسی روایت کو نقل کرنا بجائے خود اس روایت کی صحت کی دلیل ہے، درج ذیل روایت ہم ان کے حوالے سے نقل کررہے ہیں:

”حضرت وحیہؓ فرماتے ہیں کہ جب قیصر نے اپنے امراٗ کی روش دیکھی تو اگلے روز خفیہ پیغام بھیج کر مجھے بلوایا میں گیا تو مجھے ایک عظیم الشان محل میں لے گیا، اس میں حضرات انبیاء مرسلین علیہم السلام کی تین سو تیرہ تصاویر رکھی ہوئی تھیں، مجھ سے کہا: دیکھو تمہیں اپنے پیغمبر کی کون سی تصویر نظر آتی ہے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھی تو کہا یہ ہے، اس نے میری تصدیق کی پھر کہا: ان کے دائیں بائیں کس کی تصویریں ہیں؟ میں نے بتایا کہ یہ آپؐ کی قوم کے آدمی ہیں، دائیں طرف والے کا نام ابوبکرؓ ہے، اور بائیں طرف والے کا عمرؓ، اس نے کہا: ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ تمہارے نبی کے ان دو ساتھیوں کے ہاتھوں دین کی تکمیل ہوگی (آگے حضرت وحیہؓ کا بیان ہے) کہ جب میں واپس آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے سچ کہا، اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے اشاعت اسلام کے کام کو مکمل فرمائیں گے اور ان کے ہاتھوں پر فتوحات ہوں گی۔“

(تاریخ عمر بن الخطاب، ص:۴۷)

قیصر کا سرزمین شام کو الوداعی سلام

بعض سیرت نگار نقل کرتے ہیں کہ قیصر نے امرأ سلطنت سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم اس نبی عربی پر ایمان لے آؤ گے تو مجھے یقین ہے کہ آدھا علاقہ شام کا اور پورا روم تمہارے پاس رہ جائے گا، ورنہ تو مجھے اندیشہ ہے کہ شام سارا کا سارا اور آدھا روم تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا، ان لوگوں نے اس بات پر کان نہ دھرا، مگر قیصر دل میں سب کچھ سمجھ چکا تھا، چنانچہ جب وہ بیت المقدس کے سفر سے واپس اپنے دارالحکومت قسطنطنیہ جانے لگا تو اس نے شام کی سڑک پر کھڑے ہوکر شام کی طرف رخ کرلیا اور کہا:

”السلام علیک یا ارض سوریة تسلیم المودع۔“

(فتح الباری، ص:۳۴، ج:۱)

ترجمہ: ”اے سرزمین شام! تجھے الوداعی سلام۔“

بعد کے واقعات نے ثابت کردیا کہ اس نے اپنے درباریوں کے سامنے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ صحیح تھا۔ عہد صدیقی میں شام کی طرف فتوحات اسلامی کا سلسلہ شروع ہوا اور سیدنا فاروق اعظمؓ کے عہد میں پورا شام، مصر اور رومی سلطنت کا کافی علاقہ اسلامی قلم رو میں شامل ہوچکا تھا، خاص قسطنطنیہ کی طرف مسلمانوں کی پیش قدمی کا آغاز سیدنا معاویہؓ کے دور میں ہوچکا تھا، میزبان رسول سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات اسی سفر جہاد میں ہوئی، ان کی قبر قسطنطنیہ کی فصیل کے سائے میں بنی اور عجیب بات ہے کہ نصاریٰ ان سے برکتیں حاصل کرتے رہے۔ قسطنطنیہ کا موجودہ نام استنبول ہے جو ترکی کا بڑا شہر ہے۔

نامہ گرامی کا ترجمہ

نامہ گرامی جو آج کی صحبت میں ہمارا موضوع سخن ہے، اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

”اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے، روم کے صدر ہرقل کے نام اس پر سلام، جو ہدایت (راہ مستقیم) کا پیروکار ہو، اس کے بعد میں تجھے کلمہ اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آ، بچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے دہرا ثواب دے گا، اگر تو نے منہ پھیر لیا تو تمام رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

اے اہل کتاب! تم ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم میں اور تم میں برابر (مشترک) ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ بنالے، اگر وہ نہیں مانتے تو تم ان سے کہہ دو کہ اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو اسلام لاچکے ہیں۔“

اس مکتوب اقدس کا نصف اخیر ایک قرآنی آیت پر مشتمل ہے، جو سورۂ آل عمران کی آیت ۶۴ سے لی گئی ہے، یہ پوری سورۃ نصاریٰ کو دعوت اسلام کے مضامین پر حاوی ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ اور دیگر مفسرین نے بڑے بڑے نکات بیان کئے ہیں، یہاں تفصیل کی تو گنجائش نہیں ہے، البتہ اتنا بتادینا ضروری ہے کہ آیت کریمہ میں ”سوا“ کا لفظ یہ بتارہا ہے کہ توحید اور شرک کی نفی تمام ادیان سماویہ کا بنیادی عنصر ہے تمام انبیاء علیہم السلام کلمہ توحید ہی کی دعوت دیتے چلے آئے اگر کسی آسمانی دین کی پیروکاروں میں کہیں شرک کی بو نظر آئے تو یہ ان کا اضافہ ہوگا، اللہ کا نبی اور اللہ کی کتاب یقیناً اس سے بیزار ہوں گے، ”شیئا“ کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ اللہ کے ساتھ الوہیت میں کسی چیز کو بھی شریک کرلینا شرک ہے، خواہ وہ حجر شجر ہو، خواہ شمس وقمر ہو، یا کسی ولی یا پیغمبر کی ذات ہو، شرک میں مبتلا دنیا کے بارے میں کیا بتایا جائے کہ شرف انسانیت کو کہاں کہاں ذلیل اور پامال کیا گیا؟

چاند، سورج، پانی اور آگ، دودھ دینے والے جانوروں، پتھر کے ٹکڑوں، اور سانپ بچھو سے لے کر مردانہ زنانہ اعضاء تناسل تک کو معبود اور مسجود بنایا گیا، ایک ”لا احب الافلین“ کا نعرہ لگا کر اپنی عبودیت اور پرستش کی تمام کڑیاں صرف ایک ذات اللہ سے وابستہ کر لیتا ہے اور پکار اٹھتا ہے:

”انی وجہت وجہی للذی فطر السموت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین۔“

اتخاذ ارباب کی نفی عقیدۂ توحید کی تکمیل کے لئے ہے، رجاء وبیم کا سلسلہ غیر اللہ سے جوڑ دینا، تحلیل وتحریم کے اختیارات کسی اور کو سونپ دینا، قانون سازی اور حاکمیت کا حق کسی اور کو دے دینا یہ بھی شرک کی مختلف صورتیں ہیں، جن کی تردید اس جملہ میں فرمادی گئی ہے۔

شارح بخاری علامہ ابن حجرؒ نے نامۂ گرامی کی بلاغت کی طرف چند اشارات فرمائے جملہ اسلم تسلم کے بارے میں عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

”طبرانی کی ایک روایت ہے کہ قیصر نے حضرت دحیہؓ سے کہا تھا، میں جانتا ہوں کہ تیرا بھیجنے والا ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس نے لکھا ہے، لیکن میں ایمان نہیں لاسکتا، اگر میں ایسا کروں تو میری بادشاہی جاتی رہے گی اور رومی مجھے مار ڈالیں گے، ابن اسحاق سے بھی اس کے ہم معنی روایت منقول ہے، لیکن اگر ہرقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد بالا کو سمجھنے کی کوشش کرتا تو وہ اسلام لا کر دنیا اور آخرت کے ہر خطرہ سے محفوظ ہوجاتا لیکن توفیق تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔“

(فتح الباری ص:۳۷، ج:۱)

حافظ ابن حجرؒ سہیلی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ہرقل نے نامۂ گرامی کو تعظیماً سونے کی ایک ڈبیہ میں رکھ لیا اور نسلاً بعد نسل وہ ان میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ اس فرنگی بادشاہ کے پاس آ گیا، جس نے طلیطلہ (ہسپانیہ کا ایک صحت افزا مقام ہے) پر قبضہ کر لیا تھا، پھر اس کے بیٹے کو ملا ایک مسلمان سپہ سالار کی اس بادشاہ سے ملاقات ہوئی، تو اس نے وہ مکتوب شریف اسے دکھایا اسے دیکھ کر مسلمان جرنیل کے آنسو نکل آئے، اس نے بادشاہ سے کہا کہ وہ اسے مکتوب کو ایک مرتبہ چوم لینے کی اجازت دے، مگر وہ نہ مانا۔

آگے چل کر علامہ ابن حجرؒ نے سیف الدین منصوری کی زبانی نقل کیا ہے کہ مغربی علاقہ کے مسلمان بادشاہ نے مجھے فرنگی بادشاہ کے پاس کسی کام سے بھیجا، اس نے وہ کام تو جلدی کر دیا، پھر مجھے مزید ٹھہرنے کو کہا، میں نے انکار کیا تو کہا: آپ رہ جائیں آپ کو ایک عجیب وغریب تحفہ دوں گا، چنانچہ اس نے ایک صندوق نکالا، جس پر سونے کی چتریاں جڑی ہوئی تھیں، اس میں سے ایک سنہری ڈبہ نکالا پھر اس سے ایک خط نکالا جو ریشمی غلاف میں لپٹا ہوا تھا اور کہا یہ تمہارے پیغمبر کا خط ہے جو میرے جد اعلیٰ قیصر کے نام آیا تھا، ہم میں ”ورثتاً“ منتقل ہوتا چلا آیا ہے اور ہمارے بزرگوں کی وصیت ہے کہ جب تک یہ ہمارے پاس رہ جائے گا، حکومت ہمارے پاس رہ جائے گی، اس لئے ہم اس کی بہت زیادہ حفاظت کرتے ہیں اور اس کی تعظیم وتکریم میں بھی کسر نہیں چھوڑتے۔

دو متضاد تصویریں

قضا وقدر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں، یہ قیصر کا مقدر تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی سے مودبانہ پیش آیا، اس کی تعظیم وتکریم بجالایا، ایمان قبول نہ کرنے کے باوجود، اس نیکی کا صلہ اسے اور اس کے پسماندگان کو اس شکل میں ملا کہ صدیوں تک اس کی سلطنت، اگرچہ اس کی حدود سکڑتی چلی گئیں، قائم رہی تا آنکہ ۸۵۷ھ میں سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں روم کا دارالسلطنت قسطنطنیہ فتح ہوا اور یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں:

۱:...... ”تم ضرور قسطنطنیہ کو فتح کرو گے، جب قیصر ہلاک ہوجائے گا تو......

۲:...... اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔“ (مسند احمد)

اس کے برعکس

کسریٰ نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ گرامی سے نہایت بے ادبی اور گستاخی کا برتاؤ کیا، جب نامہ بر سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق بحرین کے سردار کے توسط سے کسریٰ کے دربار میں پہنچے اور اس کے سامنے نامۂ گرامی پڑھا گیا تو اس کی شقاوت ازلی رنگ لائی، اس کا نام خسرو پرویز تھا اور وہ مشہور عادل بادشاہ نوشیروان کا پوتا تھا، اس بدبخت نے مکتوب اقدس کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے پرزے پرزے کر دیا، سیدنا عبداللہ بن حذافہؓ فارس سے واپس مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہ نبوت میں حال عرض کیا تو لسان نبوت سے کسریٰ کے حق میں بددعا کا جملہ نکلا:

”اللّٰہم مزقہم کل ممزق۔“

ترجمہ: ”اے اللہ! تو انہیں پارہ پارہ کر دے۔“

کسریٰ پرویز نے یمن، جو اس وقت فارس کا ایک صوبہ تھا، کے گورنر باذان فارسی کو لکھا کہ عرب کے جس مدعی نبوت نے اس طرح مجھے خط لکھا ہے، تم اس کا سر قلم کرا کے میرے پاس بھیجو، العیاذ باللہ! باذان نے کوئی سنگین اقدام کرنے سے پہلے دو قاصد دریافت حال کے لئے مدینہ منورہ بھیجے، ان دونوں

نے وہاں پہنچ کر دربار رسالت کا جو نقشہ دیکھا، اس سے بڑے متاثر ہوئے، ابھی یہ وہیں مقیم تھے کہ ایک روز صبح کو نبی صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ تمہارے بادشاہ کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔

قصہ یوں ہوا کہ شیریں نامی ایک پری زاد کسریٰ کے حرم سرا میں بطور ملکہ داخل تھی، پرویز دل و جان سے اس پر فدا تھا، اس کا بیٹا شیرویہ بھی شیریں کے حسن پر نقد دل لٹا چکا تھا، علاوہ ازاں پرویز کا یہ بھی ارادہ تھا کہ خاندانی ملک سے جو بیٹا تھا اس کی بجائے شیریں کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کو ولی عہد بنادے، جوش رقابت میں شیرویہ نے باپ کا قصہ پاک کر دیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پرویز کے ساتھ اس کے سترہ بیٹے بھی مارے گئے، یہ دوسری بات ہے کہ شیریں نے پھر بھی شیرویہ کی طرف التفات نہ کیا بلکہ زہر کھا کر چل بسی۔

پرویز کو چونکہ بیٹے کے بارے میں بدگمانی تھی، اس نے بھی ایک عجیب جتن کیا کہ زہر کی ایک شیشی پر لکھ دیا: ''امساک کی بہترین دوا'' شیرویہ نے تخت نشیں ہونے کے بعد ایک روز دوا خانے کو کھول کر دیکھا اس شیشی پر نظر پڑی تو کام کی چیز سمجھ کر اسے استعمال کیا، زہر نے اپنا کام کیا یوں شیرویہ بھی رخصت ہوا۔

اب امرأ سلطنت نے پرویز کی بیٹی بوران کو تخت پر بٹھادیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی تو ارشاد فرمایا: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی، جس نے امور سلطنت ایک عورت کی تحویل میں دے دیئے ہوں، چنانچہ چند ہی روز میں بوران بھی ''خس کم جہاں پاک'' کا مصداق بنی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے فیروز دوئم، بوران کی بہن آرزمیدخت، ہرمز پنجم خسرو چہارم، فرخ زاد سے ہوتے ہوتے اقتدار یزدگرد کے حصے میں آیا۔ نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی تکمیل میں ابھی ایک مرحلہ باقی تھا، یزدگرد نے سلطنت کو منظم کیا، مگر ادھر سے اسلامی افواج سیلاب کی طرح بڑھتی چلی آرہی تھیں، یہاں تک کہ یزدگرد کو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تن تنہا اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا، جنگلوں میں چھپتا پھر رہا تھا کہ ایک عورت کے ہاتھوں اس کا کام تمام ہوا اور یوں کسریٰ کی سلطنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگی۔

☆☆......☆☆

روضۂ نبوی کے سامنے

ذکی کیفی

بے خود کھڑا ہوں روضۂ اطہر کے سامنے
ذرہ ہے آفتاب منور کے سامنے

تھا میری تشنگی کو قیامت کا سامنا
اب خواب ہے یہ ساقیٔ کوثر کے سامنے

دل میں جمے ہوئے تھے بہت منظر جمال
دھندلا گئے ہیں گنبدِ اخضر کے سامنے

حیراں ہے آنکھ، عالم انوار دیکھ کر
اک تشنہ لب کھڑا ہے سمندر کے سامنے

ہوں شرمسار نامۂ اعمال دیکھ کر
کس طرح جاؤں شافع محشر کے سامنے

پیش نظر ہے جلوۂ فردوس کی بہار
گھر سے قریب آپ کے منبر کے سامنے

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.COM
WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO
WWW.LAULAK.INFO

ناپاک ارادے

مولانا شعیب فردوس

اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں الیکشن ۲۰۰۸ء کے نتیجے میں برسر اقتدار آنے والی حکومت نے اسلام دشمنی میں ''پرویزی دور'' کو بھی مات دے دی ہے۔ مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کی خاطر موجودہ حکومت نے جو کارہائے ''نمایاں'' انجام دیئے ہیں، ان میں سے ایک ناموس رسالت کے قانون کو ترمیم کے لئے کابینہ کی قائمہ کمیٹی کے سپرد کرنا ہے۔

آئین میں شامل اسلامی شقوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور اسلامی قوانین مثلاً حدود و قصاص کا مذاق اڑانا حکمران پارٹی کا قدیم مشغلہ اور شیوہ رہا ہے۔ انیس سال پیشتر جب اقتدار پیپلز پارٹی کے پاس تھا تو اس وقت کی وزیراعظم بے نظیر صاحبہ نے اسلامی حدود کا مذاق ان الفاظ میں اڑایا:

''ہم انسانوں کے کان یا ہاتھ کاٹنے کو مناسب نہیں سمجھتے۔''

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۰/ جولائی ۱۹۹۰ء)

اسی طرح آج سے تقریباً ۱۷ سال قبل جولائی ۱۹۹۲ء کو اس وقت کے سینیٹ نے توہین رسالت کے مجرم کو سزائے موت کا ترمیمی بل منظور کیا اور منظوری کے بعد جب قومی اسمبلی میں یہ بل زیر بحث آیا تو پیپلز پارٹی کی اس وقت کی چیئرپرسن بے نظیر صاحبہ جو اپوزیشن لیڈر بھی تھیں نے اس بل پر ان الفاظ میں تنقید کی:

''حکومت ناموس رسالت کے سلسلے میں سزائے موت کا قانون پارلیمنٹ میں پیش کر کے ملک کو بنیاد پرستوں کی ریاست بنانے کی سازش کر رہی ہے۔''

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۰/ اگست ۱۹۹۲ء)

یہی نہیں بلکہ جب ۱۹۹۳ء میں موصوفہ قائد حزب اختلاف سے ترقی کر کے ایک مرتبہ پھر وزیر اعظم کی حیثیت سے مسند اقتدار پر فائز ہوئیں تو ان کی ''شدید'' خواہش تھی کہ قانون تحفظ ناموس رسالت کو ختم کر کے ملک کو ''نام نہاد'' مذہبی انتہاپسندی اور بنیاد پرستی سے نجات دلائی جائے، چنانچہ اس مقصد ''بے فیض'' کی تکمیل کی خاطر محترمہ کی زیر صدارت کابینہ کا اجلاس ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا:

''اسلام آباد (ظفر محمود شیخ) پیپلز پارٹی کی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کر دی جائے، جس کے تحت توہین رسالت کے مرتکب کی سزا، سزائے موت اور عمر قید سے کم کر کے دس سال قید کر دی جائے۔''

(روزنامہ جسارت ۶/ اپریل ۱۹۹۴ء)

اسی دور حکومت میں ۳/ جولائی ۱۹۹۴ء کو اس

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام اور اجماعی عقیدہ

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی، مانسہرہ

فتنوں کا دور ہے، اجماعی اور متفقہ عقائد پر لوگ جمع کر رہے ہیں، اس دور میں آواز حق صبح و شام دن و رات بلند کرنا مسلمانوں پر اور بالخصوص علماء ذمہ داری ہے، اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں، زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے، قرب قیامت میں نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے مطابق چالیس سال خلافت کریں گے اور کلمہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھیں گے، وہ دور اسلام کے غلبے کا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزات قرآن پاک میں مذکور ہیں اور احادیث میں بھی ان کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقام لد پر دجال کو قتل کریں گے، امن و امان کا دور ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات جو سابقہ کتب بتاتی ہیں، وہ صرف بنی اسرائیل کو دعوت دیتے تھے، موجودہ عیسائی جو دوسری قوموں اور مذاہب کے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی مخالفت کر رہے ہیں، کوئی عیسائی کسی مسلمان کو دعوت نہیں دے سکتا۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کفر ہے، اس اجماعی عقیدہ کی تبلیغ و اشاعت مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اس کا انکار کفر اور اسلام سے بیزاری ہے۔

وقت کے وزیر قانون سیّد اقبال حیدر کا حسب ذیل بیان آئرلینڈ کے اخبار ''آئرش ٹائمز'' کے حوالے سے تمام قومی اخبارات میں شائع ہوا:

''ڈبلن (پی پی اے) پاکستان کے وزیر قانون سیّد اقبال حیدر نے کہا ہے کہ وفاقی کابینہ نے توہین رسالت قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے اور اس ترمیم سے اب پولیس کو اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کرنے اور جیل بھجوانے کا اختیار حاصل نہیں رہا۔ اقبال حیدر نے کہا کہ پاکستان ایک جدید اسلامی ریاست ہے اور موجودہ حکومت ملک میں مذہبی انتہا پسندی کو بالکل نہیں چاہتی۔''

(روزنامہ جنگ لاہور، روزنامہ نوائے وقت کراچی، روزنامہ جسارت کراچی ۳/جولائی ۱۹۹۴ء)

اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح جوتی، جوتی سے ملتی ہے بالکل اسی طرح اسلام دشمنی میں کل اور آج کے حکمرانوں میں بھی سو فیصد مشابہت ہے، چنانچہ موجودہ حکومت بھی اپنے پیش روؤں کے ''ابلیسی'' نقش قدم پر چلتے ہوئے بیرونی آقاؤں کے اشاروں پر آئین میں شامل اسلامی شقوں کو ختم کرنے کے لئے بے چین ہے، اس وقت ملک جن بحرانوں کا شکار ہے، ان سب سے صرف نظر کرکے کبھی آئین کے آرٹیکل نمبر 2-A کو جس میں اقتدار اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ آئین پاکستان سیکولر شکل اختیار کرلے، کبھی صدر صاحب عیسائیوں کے پوپ ''بینی ڈکٹ'' اور ''آرچ بشپ'' کو یہ یقین دلاتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ:

''توہین رسالت کے قانون کو اقلیتوں کے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا۔''

کبھی قادیانیوں کو جج کو فراہم کردیا جاتا ہے۔

اور اب ایک مرتبہ پھر عیسائیوں اور قادیانیوں کی خوشنودی کی خاطر ڈالروں کی لالچ رکھنے والے ضمیر فروشوں نے قانون تحفظ ناموس رسالت میں ترمیم کا ارادہ کیا ہے، یہ بھی عجب ستم ظریفی ہے کہ ایک اسلامی ملک میں قرآن کریم کے مقدس اوراق کی توہین کی جائے تو حکمرانوں کے نزدیک قابل برداشت، ناموس رسالت پر حملے (نعوذ باللہ) قابل معافی سمجھے جائیں، لیکن دوسری طرف ملک کے اعلیٰ عہدوں پر فائز شخصیات یعنی صدر پاکستان، فورسز اور سیاسی قائدین اس قدر مقدس ٹھہرے کہ ان کے خلاف موبائل پر ایس ایم ایس بھیجنے والوں کے خلاف ''سائبر کرائمز ایکٹ'' کے تحت کارروائی کے احکامات جاری کردیئے گئے ہیں، جس کے مطابق ایسے ای میلز اور ایس ایم ایس کرنے والوں کو ۱۴ سال قید تک کی سزا اور جائیداد کی ضبطی بھی ہوسکے گی۔

کیا ایک اسلامی ملک میں (خاکم بدہن) قرآن کریم اور اسلام کی مقدس ہستیوں کی حیثیت (نعوذ باللہ) وعدے کرکے مکر جانے والوں اور ہر روز متضاد بیانات دینے والوں سے بھی کم تر ہے؟

اس ملک میں قانون تحفظ ناموس رسالت میں جب بھی ترمیم کا ناپاک ارادہ کیا گیا، ارادہ کرنے والے ہمیشہ نامراد ہوئے، نہ صرف یہ کہ ان کے ارادے خاک میں مل گئے بلکہ ان کی حکومتیں بھی ریت کے گھروندوں کی طرح کمزور ثابت ہوئیں۔

☆☆......☆☆

مولانا اللہ یار خانؒ کی رحلت

پاکستان شریعت کونسل کے سیکریٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے شہر کے بزرگ عالم دین مولانا اللہ یار خان کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے، مولانا اللہ یار خان مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے سینئر اساتذہ میں سے تھے اور نعمانیہ روڈ پر جامع مسجد فیروزی کے خطیب تھے۔ گزشتہ روز تریسٹھ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے کم و بیش بیس برس تک مدرسہ نصرۃ العلوم میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ان کی نماز جنازہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں نماز عصر کے بعد مولانا زاہد الراشدی نے پڑھائی، جس میں ہزاروں کی تعداد میں شہریوں، علماء کرام، طلبا اور دینی کارکنوں نے شرکت کی اور اس کے بعد انہیں ان کی وصیت کے مطابق قبرستان کلاں میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی کے قریب دفن کردیا گیا۔ نماز جنازہ کے اجتماع سے مولانا زاہد الراشدی، مولانا صوفی محمد ریاض سواتی اور مولانا قاضی محمد یوسف کے علاوہ مرحوم کے فرزند مولانا محمد شعیب نے بھی خطاب کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اور ان کا خاندان اپنے مرحوم والد کے دینی و تعلیمی مشن کو جاری رکھیں گے۔ مولانا زاہد الراشدی نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا اللہ یار خانؒ درویش صفت، حق گو اور قناعت پسند عالم دین تھے، انہوں نے ساری زندگی دین کی تعلیم کو عام کرنے میں بسر کی اور سادگی، حمیت اور جہد مسلسل میں اپنے اکابر کی روایت کو باقی رکھا، مولانا اللہ یار خان کا تعلق ضلع بھکر سے تھا لیکن انہوں نے زندگی کا بڑا حصہ گوجرانوالہ میں بسر کیا وہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربراہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کے خصوصی متعلقین میں سے تھے۔

مرسلہ: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

تحریک خلافت' تحریک آزادی' تحریک ختم نبوت کے عظیم راہنما

ماسٹر تاج الدین انصاریؒ

یہ قانون قدرت ہے کہ جب قومیں اپنے نظریہ حیات' منشور اور اقدار سے انحراف اور اپنی بقاء کے تقاضوں سے روگردانی کرتی ہیں تو وہ محکومی کی جانب بڑھ رہی ہوتی ہیں' غیر ملکی سازشیں کامیاب ہوتی ہیں اور یوں غلامی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اللہ کا اصل قانون ہے جس سے کسی بھی قوم' نسل اور ملک کو مفر نہیں ہے اور تاریخ عالم ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اللہ کا مسلمانوں پر یہ خاص احسان وکرم ہے کہ ان کی کوتاہیوں اور ان کے حکمرانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے جب بھی قانون فطرت کی گرفت ہوئی اور مسلمان محکوم ہوئے تو اللہ کی رحمت نے محکومی کے دور میں مسلمانوں میں ایسے افراد پیدا فرمائے جنہوں نے ان کو اپنی عظمت رفتہ کی یاد دلائی بلکہ ان میں جہد وعمل کی ایسی روح پھونکی جس سے یہ چنگاری ایک شعلہ جوالا بن گئی اور مسلمانوں کے جذبہ ایمانی سے اور اتحاد' تنظیم اور یقین محکم نے غلامی کی زنجیر کو توڑ کر انہیں آزادی جیسی نعمت سے دوبارہ سرفراز کردیا۔

برصغیر پاک وہند میں مولانا محمد علی جوہر' مولانا شوکت علی' مولانا حسرت موہانی' ڈاکٹر انصاری' حکیم محمد اجمل خان' شاعر مشرق علامہ اقبال' محمد علی جناح' سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے رفقاء کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے قوم میں آزادی کی تڑپ اور جذبہ حریت کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا اور یوں برصغیر کے مسلمانوں کو ایک صدی کی جدوجہد کے بعد آزادی نصیب ہوئی اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد کے ساتھ انگریزوں کی ان سازشوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑا جو وہ برصغیر میں اپنی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے کرتے رہے ان سازشوں میں مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی سازش مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت تھا۔ اس خود کاشتہ پودے کو پروان چڑھانے میں برطانوی

امین الدین انصاری

حکومت کی پوری مشنری مصروف عمل تھی۔ برصغیر کے مسلم زعماء نے اس کے خلاف بھرپور تحریک چلائی' پنجاب میں اس فتنہ کا مقابلہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے رفقاء کرام میں مفکر احرار چودھری افضل حقؒ' مولانا حبیب الرحمنؒ' مولانا داؤد غزنویؒ' مولانا مظہر علی اظہرؒ' مولانا گل شیر شہیدؒ' شیخ حسام الدینؒ' ماسٹر تاج الدین انصاریؒ' مولانا محمد علی جالندھریؒ' مولانا غلام غوث ہزارویؒ' قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ' صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ (آلومہار شریف) آغا شورش کشمیریؒ اور مظفر علی شمسیؒ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ امیر شریعتؒ کے ان جاں نثار ساتھیوں نے اپنی مستعار زندگی میں آزادی وطن اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جو قربانیاں دیں وہ تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ہمارا موضوع تحریر ماسٹر تاج الدین انصاریؒ ہیں۔

ماسٹر تاج الدین انصاری جن کا وصال یکم مئی ۱۹۷۰ء کو لاہور میں ہوا۔ برصغیر پاک وہند کے تاریخی ضلع شہر لدھیانہ میں ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے' جب ہوش سنبھالا تو اس وقت تحریک آزادی کٹھن مراحل سے گزر رہی تھی۔ غیر ملکی سامراج نے ہندوستان پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور عوام پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لئے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

جلیانوالہ باغ کا سانحہ جس میں نہتے عوام پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی گئی تھی اس جور وستم کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس دل خراش اور بربریت سے پر واقعہ نے برصغیر کے عوام میں انگریز حکومت کے خلاف شدید نفرت پیدا کردی تھی اور ان میں غیر ملکی حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کی خواہش اور وطن عزیز کی آزادی کی تڑپ پہلے سے زیادہ ہوگئی تھی۔ ماسٹر صاحب مرحوم بھی اس سانحہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑا اور تحریک آزادی کے متوالوں میں شامل ہوگئے' یوں ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا' ماسٹر صاحب گفتار کے ہی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ انہوں نے ہمیشہ نوجوانوں کا ایک گروہ ساتھ لیا اور انبالہ جیل پر دھاوا بول دیا اور وہاں سے سیاسی قیدی چھڑالائے۔ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا' بعد میں جب مجلس احرار اسلام قائم ہوئی تو اس سے وابستہ ہوگئے اور تادم حیات اس جماعت کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشاں رہے' مجلس احرار اسلام نے قیام پاکستان سے قبل کئی تحریکیں چلائیں ان تحریکوں میں تحریک کشمیر' تحریک کپور تھلا' تحریک مسجد شہید گنج اور تحریک بہاولپور وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان تحریکوں

میں ماسٹر صاحب نے نمایاں کردار ادا کیا۔ پاکستان بننے کے بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ماسٹر صاحب نے بھرپور کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ماسٹر تاج الدین انصاری کو بے پناہ انتظامی صلاحیتوں سے نوازا تھا' چنانچہ انہی اوصاف کی بنا پر کئی مشکل ترین معاملات کی عقدہ کشائی انہیں سونپی گئی اور انہوں نے بارہا ایسے مواقع پر بہترین انتظامی اہلیت اور تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا' ماسٹر صاحب اپنی سوانح حیات میں جو' سرگزشت' کے نام سے ماہنامہ ''لولاک'' میں قسط وار شائع کی جاتی رہی ہے' ایسے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں' جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام ایک کانفرنس لاہور میں ہوئی تھی' اس کانفرنس میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا' حکومت پنجاب اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنا چاہتی تھی' چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق لاہور کے ایک آنریری مجسٹریٹ کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ وہ کانفرنس میں بلاٹکٹ شریک ہوں اور ٹکٹ پوچھنے پر تکرار کی جائے اور اس طرح وجہ فساد پیدا ہوجائے اور کانفرنس نہ ہوسکے' چنانچہ اس پروگرام پر عمل کیا گیا' جب رضا کار ٹکٹوں کی چیکنگ کرتے ہوئے آنریری مجسٹریٹ صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے سرکاری عہدہ کا رعب دیا اور تکرار شروع کردی' اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد خطاب فرما رہے تھے۔ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے مولانا سے مائیکروفون لیا اور اعلان کیا کہ کیپٹن تاج (تاج الدین انصاری) پنڈال میں جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اسٹیج پر تشریف لائیں' چنانچہ اعلان ہوتے ہی ماسٹر صاحب جو سالار کی وردی میں ملبوس تھے اسٹیج پر آئے اور سلیوٹ کیا' مولانا نے اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ معاملہ کو نپٹایا جائے' ماسٹر صاحب حکم ملتے ہی موقع پر پہنچے اور آنریری مجسٹریٹ صاحب سے یوں مخاطب ہوئے: ''محترم اس پنڈال کا سارا انتظام میرے ذمہ ہے' میں آپ کو صرف پانچ منٹ دیتا ہوں' آپ یا تو ٹکٹ شو کرائیں یا تشریف لے جائیں' ورنہ پانچ منٹ بعد جو ہوگا اس کا آپ تصور بھی نہیں کرسکتے اور جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری بھی آپ پر ہوگی' یہ جملہ مکمل ہوتے ہی ماسٹر صاحب نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھنی شروع کردی' ابھی تین منٹ ہی گزرے تھے کہ آنریری مجسٹریٹ صاحب پنڈال سے چپ چاپ نکل گئے' مولانا آزاد اس کارکردگی سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے ماسٹر صاحب کو میڈل سے نوازا اور فرمایا کہ اس قسم کے انتظامی صلاحیتوں کے نوجوان اگر ہمیں مل جائیں تو ہم بہت جلد وطن عزیز کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرواسکتے ہیں۔

آغا شورش کاشمیری مدیر چٹان نے ماسٹر جی کی وفات پر انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کیا کہ وہ انتہائی زیرک اور تیور شناس انسان تھے' انسان کو پہلی نظر میں تاڑ لیتے کہ اس کا دل بوتا کیا ہے اور اس سے کس سطح پر کس نہج سے معاملہ کیا جاسکتا ہے' دور کی باتیں چھوڑیے تحریک ختم نبوت میں جسٹس محمد منیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ تاج الدین انصاری صوبہ میں پولیس کے سربراہ انور علی اور وزارت کے سرخیل ممتاز دولتانہ کو شیشہ میں اس طرح اتارتے رہے کہ آخر وقت تک وہ اندازہ نہ کرسکے کہ ان کے ہاتھوں بن رہے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی جماعت کو نازک مرحلوں میں بچاتے رہے' رئیس الاحرار چودھری افضل حق مرحوم نے تاریخ احرار میں ماسٹر جی کو ان لفظوں میں خراج تحسین پیش کیا ہے: ''ماسٹر تاج الدین ہماری جماعت میں بڑے جوڑ توڑ کے آدمی ہیں' وہ سوکھی مٹی سے محل تعمیر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' میں نے انہیں کام کے لحاظ سے محنتی چیونٹی اور تدبر کے اعتبار سے دشمن کو تاروں میں الجھا کر مارنے والی مکڑی پایا ہے۔'' مجلس احرار نے ماسٹر صاحب کی انہی خوبیوں کی بنا پر انہیں قادیانیت کے مرکز قادیان میں اپنے وقت کا انچارج مقرر کیا تھا تاکہ مرزا کی جھوٹی نبوت کا پردہ چاک کیا جائے۔ جانباز مرزا نے اپنی کتاب کاروان احرار جلد دوم پر قادیان میں ماسٹر صاحب کی سرگرمیوں کو قلمبند کیا ہے' جو درج ذیل ہیں:

''ان دنوں ماسٹر تاج الدین انصاری قادیان میں دفتر احرار کے انچارج تھے' ملمع سازی کی اس دکان کو اجاڑنے اور پیتل کو سونے کے بھاؤ بیچنے والے ان سلی بازوں کو بے نقاب کرنے کے لئے ماسٹر جی نے ایک منصوبہ بنایا' جس کے تحت قادیان کے ایک نوجوان محمد حنیف کو جو بھیک منگوں کا لڑکا تھا' تیار کیا اس کے ذمہ یہ لگایا کہ وہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان کے بھائی شریف احمد کو جب وہ بازار میں نکلے تو سر عام پیٹ ڈالے اور موقع واردات سے فرار ہوجائے' باقی دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اس اسکیم پر عمل کرتے ہوئے محمد حنیف نے وقت کا جائزہ لیا کہ مذکورہ آدمی کب بازار میں نکلتا ہے' جب اسے گردو پیش کا اندازہ ہوگیا تو ایک دن حنیف ہاکی سے مسلح مرزائیوں کی عبادت گاہ اقصیٰ کے قریب کھڑا ہوگیا' اتنے میں شریف احمد سیاہ اچکن پہنے سنہری کلاہ پر سفید پگڑی باندھے' سفید شلوار' پینٹ کی سیاہ گرگابی اور ہاتھ میں چھڑی لئے قادیان کے مین بازار میں تفریح کے لئے نکلا' ابھی وہ اپنی شاہی رفتار سنبھال ہی رہا تھا کہ ڈیوٹی پر کھڑے محمد حنیف نے ہاکی شریف احمد کی دونوں ٹانگوں کے درمیان اڑا کر اسے ایسی پٹخنی دی کہ وہ منہ کے بل گرا اور پھر اوپر سے تین چار ہاکیاں رسید کردیں اور بھاگ نکلا۔

یہ سارا کچھ اس قدر آناً فاناً ہوا کہ بازار کے لوگ اس انہونی کارروائی پر ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ آن کی آن میں یہ خبر قصر خلافت سے ہوکر

قادیان میں پھیل گئی کہ احرار والوں نے ’’شعائر اللہ کی توہین کردی‘‘ (نعوذ باللہ) سارے شہر میں کہرام مچ گیا۔ مرزائیوں کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ قریباً ایک صدی کا دام فریب جس کی طنابیں ابلیس نے تھام رکھی تھیں تار تار ہوکر بکھر گیا۔ عزت و احترام کا کاغذی پھول پاؤں تلے مسل دیا گیا۔ جھوٹی نبوت کے قصر خلافت کو ایک فقیر نے ایسا پتھر مارا کہ لات و ہبل کی بنیادیں ہل گئیں۔

اب ملزم کی تلاش شروع ہوئی‘ پولیس نے دفتر احرار کو اپنی تفتیش کا مرکز بنا کر ماسٹر جی کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر ملزم کو ڈھونڈنا چاہا‘ مگر یہ تو بحر قلزم تھا‘ یہاں ان چھوٹی موٹی چیزوں کا اتہ پتہ کہاں مل سکتا تھا؟ قادیان سے باہر جانے والے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے‘ لیکن ہوائیں بھی ملزم کی بو سونگھنے میں ناکام رہیں۔ مرزائیوں کی اپنی سی آئی ڈی اور ضلعی انتظامیہ مسلسل تلاش کے بعد جب مایوس ہوچکیں تو رات کے پچھلے پہر محمد حنیف کو قادیان سے نکال کر صبح ہونے تک پٹھان کوٹ پہنچا دیا گیا اور عدالت سے اس کی ضمانت کرالی۔

اب محمد حنیف قانون کے حصار میں تھا‘ مرزائی اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے‘ مگر دل ہی دل میں زہر کے گھونٹ پی رہے تھے‘ قادیان پہنچ کر کچھ رقم دی گئی جس سے وہ منڈی سے آموں کا ٹوکرا خرید لاتا اور مرزائی محلے میں فروخت کرتا۔ مرزائی عورتیں آم خریدنے کے بہانے حنیف کو دیکھتیں اور اس طرح آدھ گھنٹے کے اندر وہ آموں کا ٹوکرا فروخت کر کے دوسرا لے آتا‘ تمام دن یہی شغل رہتا‘ پہلے حنیف دن بھر بھیک مانگ کر مشکل سے پیٹ پالتا تھا‘ مگر اب وہ اچھا خاصا خوانچہ فروش بن گیا اور مزے سے روزی کمانے لگا‘ کچھ دنوں تو یہ سلسلہ رہا آخر جمعہ کے روز بشیر الدین محمود نے اپنی تقریر میں کہا:

’’مرزائیو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم لوگ اس آدمی سے سودا خریدتے ہو‘ جس نے کل سر عام شعائر اللہ کی توہین کی تھی۔‘‘

اس پر مرزائی عورتیں محمد حنیف سے آم تو نہ خریدتیں مگر چپکے سے دروازے کی اوٹ سے حنیف کو تاک لیتی تھیں‘ آخر دو ماہ مقدمہ چلنے کے بعد محمد حنیف کو چھ ماہ قید کی سزا ہوگئی۔ اس دوران مقامی جماعت احرار اس کے اہل خانہ کی مالی امداد کرتی رہی۔

عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت میں قادیانی حصار کو توڑنا تبلیغ اسلام کا بنیادی حصہ تھا‘ کفر کا یہ قلعہ برطانوی پناہ میں تھا‘ اس میں دراڑ ڈالنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ احرار نے ہر رخ سے اس پر یلغار اور حملہ مناسب سمجھا تاکہ یہ بت ٹوٹ جائے اور اس کی پرستش سے لوگوں کے ایمان کی حفاظت ہوسکے۔

سال رواں کے دم توڑنے والے دنوں کی بات ہے کہ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کی تجویز پر دینا نگر (ضلع گورداس پور) سے شیعہ رہنما مظفر علی شمسی کو قادیان بلوایا گیا تاکہ محرم کے دنوں میں مرزائیوں کو چڑانے کے لئے قادیان میں گھوڑا نکالنے کا اہتمام کیا جاسکے۔ چنانچہ اندرون خانہ اس کی تیاریاں شروع کردی گئیں‘ اس کے لئے آسمان کے کس کس کونے سے تارے توڑنے پڑے‘ سمندر کی کن گہرائیوں سے موتی نکالنے پڑے اور پہاڑوں کا سینہ چیر کر کیونکر راستہ ہموار کیا گیا‘ یہ راز سربستہ ہے‘ لیکن دسویں محرم کو قادیان کی تاریخ میں پہلا دن تھا‘ جب اس کے بازاروں سے گھوڑے کا جلوس گزر رہا تھا‘ اس کی رہنمائی مظفر علی شمسی کررہے تھے۔

ماتم گساروں کے گرد پولیس کا حفاظتی حصار تھا‘ شہر کے ہندوؤں اور سکھوں نے اپنے محلوں میں پانی کی سبیلیں لگائیں۔ قادیان کے مسلمانوں نے اہل جلوس کی تواضع مٹھائی اور ٹھنڈے پانی سے کی‘ دن بھر شہر میں گھوم پھر کر گھوڑے کا جلوس نماز مغرب کے قریب امن اور سکون سے ختم ہوگیا۔

آغا شورش کاشمیریؒ نے ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کے اس تدبر کو یوں پیش کیا:

’’پاکستان بنا تو ماسٹر جی آل پاکستان مجلس احرار اسلام کے مرکزی صدر ہوگئے‘ یہ ایک نازک وقت تھا‘ ان جیسے ٹھنڈے دل و دماغ کا آدمی ہی مجلس کو طوفانوں کی زد سے بچا سکتا تھا اور یہی ہوا ان کی بدولت مجلس احرار اسلام ایک ققنس کی طرح پھر اپنے خاکستر سے زندہ ہوگئی۔‘‘

ماسٹر تاج الدین انصاری نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ‘ چوہدری افضل حق‘ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور دوسرے احرار زعماء کے ساتھ بسر کیا‘ وہ مہاتما گاندھی‘ پنڈت نہرو‘ مولانا ابوالکلام آزادؒ‘ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور اس عہد کے دوسرے نامور لیڈروں کے ساتھ رہے۔ پچاس سالہ سیاسی زندگی میں فقر و استغناء کی تصویر بنے رہے‘ ان کے خیالات سے لوگوں کو اختلاف ہوسکتا ہے‘ وہ نظریات کے ایک خاص سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے‘ لیکن اختلاف کی اس دنیا میں جو چیز ان کے لئے طرۂ امتیاز رہی وہ ان کی درویشی‘ حلم‘ فقر‘ راست بازی‘ سادگی اور مجلس کی خدمت کا بے لوث سرمایہ ہے۔

ماسٹر جی کا انداز خطابت:

احرار نے بڑے بڑے آتش نفس اور آتش بیان مقرر پیدا کئے‘ لیکن ماسٹر صاحب کا خطابت میں اپنا جداگانہ رنگ تھا‘ ان کا بیان اور لہجہ دھیما ہوتا مگر بات نہایت کٹیلی کرتے‘ دلیل اور منطق کے سہارے بات کو آگے بڑھاتے اور یوں سامعین کو اکائی میں

بدل دیتے۔ آغا شورش کاشمیری تحریر کرتے ہیں کہ ان کی زبان میں آزار نہ تھا لیکن قومی معاملوں میں کسی سے رو رعایت کے عادی نہ تھے ان لوگوں کو اڑنگے پر لا کر پٹخنی دینا ان کا بائیں ہاتھ کا کرتب تھا' جو ملک و ملت کے لئے ناسور رہتے۔ خطابت کا آغاز آپ نے لدھیانہ کے ایک جلسہ میں کیا تھا جس میں انہیں ایک قرارداد کی تائید کرنا تھی۔ آپ نے علامہ اقبالؒ کا یہ شعر پڑھا اور قرارداد کی پرزور تائید فرمائی:

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

تصنیف و تالیف:

مفکر احرار چوہدری افضل حق لکھتے ہیں: ''وہ اہل تدبیر ہی نہیں بلکہ اہل قلم بھی ہیں'' مجلس احرار نے اپنا پہلا اخبار روزنامہ ''مجاہد'' اگست ۱۹۳۴ء میں جاری کیا۔ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اس کے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ ان کے زیر ادارت ''مجاہد'' کی اشاعت دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے بعد آپ روزنامہ ''آزاد'' اور ہفت روزہ ''سیرت'' کے ایڈیٹر رہے۔ ماسٹر جی نے سیاسی اور معاشرتی کاموں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا' انہوں نے سرخ لکیر' تاریخ کپور تھلا' فسادات فرخ نگر بیان صادق اور تحریک کشمیر جیسی شہرۂ آفاق کتب کو قلمبند کیا' اس کے علاوہ انہوں نے مجلس احرار اور دیگر سیاسی و معاشرتی مسائل پر بھی کتابچے اور پمفلٹ تحریر کئے جو اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔

قومی خدمت:

ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کو قدرت نے بڑا درد مند دل عطا کیا تھا' جب بھی عوام پر کوئی مصیبت پڑی' وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کے لئے دیوانہ وار پہنچے' زلزلہ کوئٹہ' قحط بنگال اور برصغیر کی تقسیم کے موقع پر انہوں نے مہاجروں کو بحفاظت پاکستان پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ''سرخ لکیر'' میں تقسیم کے موقع پر مہاجرین کو پیش آمدہ مصائب کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ماسٹر جی ۱۹۴۷ء میں آخری قافلے کے ساتھ پاکستان آئے اور مجلس احرار کے دفتر بیرون دہلی دروازہ کی بالائی منزل پر رہائش پذیر ہوئے اور یہیں یکم مئی ۱۹۷۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔

قید و بند:

ماسٹر تاج الدین انصاریؒ نے تحریک خلافت' تحریک آزادی وطن اور تحریک ختم نبوت میں اندازاً دس سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں' لیکن ان کے پائے استقلال میں کبھی بھی لغزش نہ آئی اور اس ابتلا کے دور میں عزم و ہمت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا' شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ نے ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت' ملتان' امیر شریعت نمبر میں ماسٹر صاحب کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

''مجلس احرار خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر' میدان سیاست کا شہسوار' شطرنج سیاست کا بہترین کھلاڑی' باطل پرستوں کی مکاریوں اور فریب کاریوں سے پورا آگاہ ماسٹر تاج الدین انصاری جیسا راہنما عطا فرمایا ہے۔''

ماسٹر جی کی باتیں:

اللہ تعالیٰ نے ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کو ذہن رسا' عقل سلیم اور بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا' آپ ہر معاملہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس پر اپنی رائے دیتے اور یہ رائے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ہمہ گیری اور جامعیت اجاگر کرتی چلی جاتی ہے۔ ۱۹۵۸ء میں راقم الحروف نے بی اے کیا تو والد گرامی نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں ملکی سیاست میں حصہ لوں' اس سلسلہ میں انہوں نے محترم ماسٹر جی قبلہ سے رائے لی تو آپ نے فرمایا:

''میرے بھائی میں پچاس سال سے زائد عرصہ سے ملکی سیاست میں ہوں' میری دور رس نگاہیں اور سیاسی بصیرت آئندہ کی ملکی سیاست کو جس طرح دیکھ رہی ہیں وہ موجودہ سیاست سے بہت مختلف ہوگی' اس وقت قومی لیڈر اپنی گرہ سے خرچ کر کے قوم کی خدمت کرتے ہیں' ملک و قوم کی خدمت کو عبادت کا درجہ دیتے ہیں' لیکن آئندہ ایسا نہ ہوگا سیاست نفع بخش صنعت کا درجہ لے لے گی' قومی خزانے کا بے دریغ استعمال اپنے ذاتی مفادات کے لئے ہوگا' قوم کا مال کھا کر بھی قوم کی خدمت نہ ہوگی بلکہ اپنا مفاد پیش نظر ہوگا۔''

آج جب ہم ملکی حالات اور لیڈران قوم کو دیکھتے ہیں تو ماسٹر جی کی رائے سو فیصد صحیح ثابت ہوتی نظر آتی ہے' موجودہ دور میں جو شخص حلال کما کر اپنی اور اپنی اولاد کی پرورش کرے گا' وہ واقعی قابل ستائش اور قابل تقلید ہوگا۔

جمہوریت:

۱۹۵۸ء میں جب سیاست دانوں کی باہمی آویزش اور محلاتی سازشوں کی وجہ سے ملک میں جنرل محمد ایوب خان کو پہلا مکمل مارشل لاء لانا پڑا تو ماسٹر جی کی رائے یہ تھی کہ ''اس ملک سے جمہوریت رخصت ہوگئی ہے' ہر چار پانچ سال بعد کوئی جرنیل اٹھا کرے گا اور اقتدار پر قابض ہو جائے گا' اسلام تو پہلے ہی غریب الوطن ہے اس کا تو معاملہ ہی الگ ہے لیکن جو لوگ جمہوری نظام کے خواہاں ہیں وہ بھی جان لیں کہ جمہوریت کو اس ملک میں استحکام نصیب نہ ہوگا۔''

ہمارے ملک کے حالات ماسٹر جی کی رائے کی پوری طرح تائید کرتے ہیں۔ جنرل ایوب خان' جنرل یحییٰ خان اور محمد ضیاء الحق کے ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور

رہی اور مارشل لاء کم وبیش بائیس برس تک ملک پر مسلط رہا' (پرویزی دور کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے) لیکن جمہوریت کو دوام نہ مل سکا' اس کی اصل وجہ ہمارے لیڈروں کی باہمی چپقلش کے علاوہ رواداری اخوت اور بھائی چارہ کا فقدان ہے' ان میں بدقسمتی سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں' اس طرز عمل نے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے جبکہ اس سے فائدہ صرف ملک دشمن عناصر کو ہی ہوا ہے۔

قرآن وسنت نبوی:

ایک نجی محفل میں فرمایا کہ ہمارے مذہبی راہنما حلوہ کھانے کو سنت نبوی کی پیروی قرار دیتے ہیں میرے بھائی اس سے کم اختلاف ہے' ہم سے جس قدر ممکن ہو سنت نبوی کی پیروی مکمل ہونی چاہئے یہ نہیں کرنا چاہئے کہ سنت نبوی کی پیروی میں جو کام آسان نظر آئے وہ کرلیا جائے اور جو مشکل ہو اسے چھوڑ دیا جائے تو اسے سنت نبوی کی پیروی ہرگز نہیں کہتے۔ جب بھی کی جائے سنت نبوی کی مکمل پیروی کی جائے' اسی میں ہماری فلاح ہے' ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ کھایا تو حلوہ کھانے سے پہلے حق و باطل کے معرکہ میں اپنے دندان مبارک بھی شہید کروائے اور اسکے بعد حلوہ کھایا' ماسٹر جی زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن وسنت کے مکمل احکامات کی پیروی چاہتے تھے' کیونکہ قرآن وسنت نبوی ہی مکمل ضابطہ حیات ہے' اسی سلسلہ میں جانباز مرزا نے اپنی کتاب ''کاروان احرار'' میں ماسٹر جی کے ایک خط بنام گاندھی کو نقل کیا ہے جو اس طرح ہے:

''صوبہ سرحد کے ایک کانگریسی لیڈر مسٹر مہر چند کھنہ نے گاندھی جی کو خط لکھا کہ آپ نے مجلس احرار کو سول نافرمانی کی اجازت دی۔ گاندھی جی نے اس کا کیا جواب دیا؟ تاریخ کے کسی گوشے میں یہ دستاویز دستیاب نہیں ہو سکی البتہ مجلس احرار کے ڈکٹیٹر ماسٹر تاج الدین انصاری کا ایک خط ملا' جس کے مطابق کانگریسی راہنما گاندھی کو حسب ذیل جواب دیا گیا:

''میں بحیثیت ڈکٹیٹر مجلس احرار ہند اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ آپ کو جواب دوں۔ احرار کے متعلق آپ کا نظریہ درست نہیں' مجلس احرار ایک مستقل جماعت ہے جو عدم تشدد کے اصولوں کی سختی سے پابند ہے لیکن اس حد تک جس حد تک اسلام اجازت دیتا ہے' اسی طرح جب ہماری سوچ وفکر میں کوئی اندھیرا آجاتا ہے تو ہم قرآن حکیم سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوتے ہیں' آپ میرے خط کا جواب دیتے ہیں یا نہیں' ان کے لئے نہ تو میرے پاس فرصت ہے کہ جواب کا انتظار کروں اور نہ ہی مجھے ضرورت ہے چونکہ غلط فہمی کا احتمال تھا' اس لئے خط تحریر کرنا پڑا۔ آداب عرض۔

آپ کا

تاج الدین انصاری

ڈکٹیٹر مجلس احرار ہند

۲۱۔۳۔۲''

مندرجہ بالا خط سے واضح ہوتا ہے کہ ماسٹر جی کے نزدیک زندگی کے ہر شعبہ میں راہنمائی ہمیں قرآن وسنت سے ہی حاصل ہوگی۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لیکر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

ناموسِ نبی پر جان دینا، گیلانی بڑی خوش بختی ہے!

باطل کی جو پوجا کرتے ہیں، وہ حق وصداقت کیا جانیں
جو موت کے نام سے ڈرتے ہوں، وہ لطف شہادت کیا جانیں
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ، ہر ایک خلیفہ برحق ہے
ہم ویسی خلافت چاہتے ہیں، مرزے کی خلافت کیا جانیں
کیوں ختم رسالت کردی ہے، اس کملی والے آقا پر
شیطان نے جنہیں گمراہ کیا، اللہ کی حکمت کیا جانیں؟
اللہ بھی، فرشتے بھی، ہم بھی، سب مرزے پہ لعنت بھیجتے ہیں
ہر روز برستی ہے کتنی، ملعون پہ لعنت کیا جانیں
دونوں نے بڑا ہی کام کیا، ایک بھٹو نے، ایک وٹو نے
اس نیکی کے کام کے بدلے، رب دے انہیں جنت کیا جانیں
ناموسِ نبی پہ جان دینا، گیلانی بڑی خوش بختی ہے
بے مقصد مرنے والے بھلا، اس موت کی لذت کیا جانیں

سیّد سلمان گیلانی

بقیہ اداریہ

اس لئے کہ کل قیامت کے دن صرف دو ہی کیمپ ہوں گے ایک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حامیوں کا اور دوسرا آپؐ کے مخالفین کا، بلاشبہ جو لوگ دنیا میں اپنا وزن نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے دین و شریعت کے مخالفین کے پلڑے میں ڈال رہے ہیں، یا نعوذ باللہ! وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف کی بجائے آپؐ کے معاندین و باغیوں کے موقف کے حامی ہیں، یا اس سلسلہ میں مصلحت آمیز خاموشی کے مرتکب ہیں، بلاشبہ کل قیامت کے دن ان کا شمار انہیں میں سے ہوگا اور وہ انہیں کی صفوں میں اٹھائے جائیں گے، کیا کوئی مسلمان، جس کا اللہ، رسول، دین، شریعت، قرآن، سنت اور ختم نبوت پر عقیدہ ہے، وہ اس کو برداشت کرسکتا ہے، کہ چندروزہ دنیا کے معمولی منافع کے عوض اس کی ہمیشہ، ہمیشہ کی آخرت تباہ و برباد ہو جائے؟ یا وہ اس کے لئے آمادہ ہے کہ اسے جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اسلام اور پیغمبر اسلام سے محبت و عقیدت اور آپ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ دنیا اور دنیاوی مقاصد و منافع کی پروا کئے بغیر ناموس رسالت کی حفاظت و تحفظ کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔

اس لئے اگر ہمارے سیاسی و فکری اور قومی اور لسانی راہنما اور نام نہاد مذہبی پیشوا ہمیں پیغمبر اسلام کے باغیوں یا اعدائے اسلام کی حمایت و تعاون کی طرف مجبور کریں، تو انہیں صاف صاف کہہ دیا جائے کہ ہم معمولی دنیا اور اس کے چندروزہ منافع کے عوض اپنی ہمیشہ ہمیشہ کی آخرت اور اس کے منافع کا سودا نہیں کرسکتے۔

اس کے علاوہ اپنے آباؤ اجداد اور اکابر و اسلاف کا طرز عمل بھی ہمارے سامنے رہنا چاہئے کہ جنہوں نے پھانسی کے پھندے پر چڑھ جانے اور جلتی آگ میں کوئلہ بن جانے کو تو برداشت کیا مگر دنیا پر اپنی آخرت کو قربان کرنا گوارا نہ کیا۔

بلاشبہ آج کے جابر و ظالم حکمراں یا نام نہاد سیاسی راہنما اور قومی و لسانی لیڈر، نہ تو تاتاریوں اور انگریزوں سے زیادہ جابر و ظالم ہیں اور نہ ہی ان کے مظالم ان سے بڑھ کر ہیں، لہٰذا اگر ہمارے اسلاف و اکابر نے ان کے جبر و تشدد کے سامنے سر نہیں جھکایا تو ہم بھی انہی کے نام لیوا اور ان کی نسبتوں کے حامل ہونے کی بناپر ان کے طرز عمل کو اپنائیں، اگر ہم نے اپنے اکابر و اسلاف کی تاریخ کو پیش نظر رکھا تو ان شاء اللہ کسی ظالم و جابر کا ظلم و جبر ہماری راہ نہیں روک سکے گا۔

اگر بالفرض اس دینی اور ملی غیرت اور ناموس رسالت کی حفاظت و تحفظ کی پاداش میں ہماری جان چلی بھی جائے تو ان شاء اللہ جنت ہماری منتظر ہوگی اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارا استقبال کرے گی، بلاشبہ کسی مسلمان کے لئے اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانی کے عوض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور جنت مل جانے کا سودا مہنگا نہیں، سستا ہے، بلکہ بہت ہی سستا ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ فتنہ قادیانیت نے ہر دور میں کسی نہ کسی بڑے کے کندھے پر سوار ہو کر مسلمانوں کو شکست دینے کی ناپاک کوشش کی ہے، چنانچہ ابتدائی ادوار میں اس نے انگریزی استعمار کے زور پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان پر مسلط ہونے کی کوشش کی، ہندوستان سے انگریزوں کے جانے کے بعد اس نے انگریزوں کی معنوی اولاد کے دامن عافیت میں پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی، اس لئے کہ یہ ہمیشہ ارباب اقتدار اور خصوصاً لادین لیڈروں کی ناک کا بال رہے، دوسری طرف انگریز کے پروردہ لیڈروں اور حکمرانوں نے بھی ہمیشہ ان کے خوب خوب ناز نخرے اٹھائے، چنانچہ ۱۹۵۲ء میں سکندر مرزا قادیانی مفادات کا محافظ، ان کا وکیل صفائی اور نفس ناطقہ تھا، یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۳ء میں قادیانی جارحیت کے خلاف اٹھنے والی تحریک کو سکندر مرزا اور اس کی فورسز کی بے رحم گولیوں سے وقتی طور پر دبا دیا گیا، ٹھیک اسی طرح ۱۹۷۰ء میں انہوں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی پناہ میں آنے کی کوشش کی اور اپنے قادیانی ووٹوں کی پوری قوت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی جھولی میں ڈال کر اس کو اپنا ہمنوا بنانے کی سرتوڑ کوشش کی، مگر قادیانی ذلت کی تاریخ گواہ ہے، انہوں نے جس سے بھی پینگیں بڑھائیں یا جس نے بھی ان کے ساتھ دست تعاون بڑھایا اس کو ذلت کا سامنا ہوا، چنانچہ سب سے پہلے انگریزی استعمار کا سورج غروب ہوا پھر سکندر مرزا کو اس ملک سے ذلت کے ساتھ رخصت ہونا پڑا، حتیٰ کہ اس کو پاکستان میں دفن کے لئے دو گز زمین تک نہ مل سکی۔ اسی طرح قادیانیوں کی نحوست سے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار کی کشتی ڈوبنے لگی تو اس نے عوام کے سیل بے کراں سے عاجز آکر قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کیا، جس سے صاف اور واضح طور

پر یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ قادیانی دوستی کبھی کسی کو بھی راس نہیں آئی، لہٰذا جو لوگ قادیانیوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں یا وہ ان کے وکیل صفائی کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں ان کو ماضی کے قادیانی سرپرستوں کے انجام بد سے سبق حاصل کرنا چاہیے، اس لئے کہ اللہ کی غیرت کبھی برداشت نہیں کرتی کہ اس کے نبی کے گستاخوں کی حمایت کرنے والے پھلیں پھولیں، بلکہ جس طرح ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس سے کھیلنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہے، اسی طرح جو لوگ ان کے ہمنوا بننے کی ناپاک کوشش کریں گے وہ بھی اللہ کے غیظ و غضب سے نہیں بچ سکیں گے۔

اس کے علاوہ قادیانی تاریخ کی ذلت آمیز شکستوں سے بھی یہ بات کھل کر سامنے آ جانی چاہئے کہ جب بھی قادیانی امت جارحیت پر اتری ہے اور جب بھی اس نے اپنے ولیان نعمت کے کندھے کو استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو فتح کرنے کے خواب دیکھے ہیں، ہمیشہ ان کی ذلت و شکست کا فیصلہ ہوا۔

لہٰذا آج اگر قادیانیت پھر سے مردہ سانپ کی طرح سر اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے اور مسلمانوں کی تھوڑی سی حس و حرکت اور بیداری سے قادیانیت انشاء اللہ مزید پسپا ہونے کو ہے۔

بنا بریں مسلمانوں کو ہمت اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھل کر قادیانیت اور اس کے ہمنواؤں کو للکارنا چاہئے، بلاشبہ آج کا دور انگریزی استعمار کے جبر و تشدد اور سکندر مرزا کی سفاکی اور خوں آشامی یا مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت سے کوئی زیادہ مشکل نہیں کہ مسلمان منقار زیر پر ہونے کی روش اپنائیں، بلکہ پوری ہمت و قوت سے اس فتنہ اور اس کے سرپرستوں کا مقابلہ کریں، انشاء اللہ فتح و کامرانی ان کے قدم چومے گی۔

قادیانیت اور ان کے سرپرستوں کی ذلت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کے زوال کا وقت قریب ہے، لہٰذا ان کے خلاف بھرپور احتجاج کیا جائے، باغیان نبوت اور گستاخان رسالت کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کر کے اپنی دنیا و آخرت سنواری جائے۔ مبادا ہماری اس خاموشی سے ہمارا حشر بھی ان باغیان رسالت اور دشمنان اسلام کے ساتھ ہو۔

اس لئے ضروری ہے کہ جگہ جگہ جلسے، جلوس، بینر، پوسٹر اور احتجاجی ریلیاں نکالی جائیں اور اپنا وزن اسلام، شعائر اسلام، تحفظ ناموس رسالت کے پلڑے میں ڈال کر اپنے محمدی ہونے کا ثبوت دیا جائے، اسی طرح علماء امت کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے مواعظ، خطبات، دروس اور تقاریر میں اس مسئلہ کی حقیقت واضح کریں اور قادیانی کفر اور ان کی حمایت و تعاون کے بھیانک عواقب و نتائج سے قوم کو آگاہ کریں، اس کے علاوہ صحافیوں، کالم نگاروں اور زندگی کے دوسرے شعبہ جات سے متعلق افراد، سرکاری و غیر سرکاری ملازمین کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے حصہ کا کام کریں اور اسلام دشمن قادیانیوں پر واضح کر دیں کہ اگر تم اپنے جھوٹے نبی کی جھوٹی نبوت کے لئے یہ سب کچھ کر سکتے ہو تو مسلمان اپنے سچے نبی، سچے دین، سچے مذہب، سچے قرآن اور سچے عقائد کے لئے تم سے کہیں آگے ہیں۔

نیز مسلمانوں پر یہ بھی واضح کیا جائے اور خصوصاً نئی نسل کو باور کرایا جائے کہ تمہارا سیاسی تعلق خواہ کسی سے بھی ہو، مگر تمہارا یہ تعلق تمہارے دین و مذہب کے تابع ہونا چاہیے، اور تمہاری دین و مذہب اور نبی امیؐ سے وابستگی تمام دنیاوی اور مادی مفادات سے بالاتر ہونی چاہیے، لہٰذا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس اور سیاسی وابستگی اور دنیاوی مفادات کا ٹکراؤ ہو، وہاں دینی، ملی غیرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی وابستگی کے پیش نظر تمہیں سب مفادات سے بالاتر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی عزت و ناموس کے تحفظ کو اپنانا چاہیے۔

خدا کرے کہ ہماری یہ آواز صدا بصحرا نہ ہو، بلکہ مسلمانوں اور خصوصاً ان بھولے بھالے کارکنوں کے کان کھولنے اور بیداری کا سبب بن جائے جو محض اپنے کسی سیاسی یا لسانی اور قومی راہنما اور لیڈر کی بر خود غلط منطق کی بنا پر قادیانی حمایت کا علم اٹھا کر اپنی دنیا و آخرت تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظِ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ

تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس ختم نبوت کا تعارف:

- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی واصلاحی جماعت ہے۔
- یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔
- تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔
- اندرون وبیرون ملک ۵۰ دفاتر و مراکز ۱۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔
- لاکھوں روپے کا لٹریچر عربی، اردو، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی اور ماہنامہ "لولاک" ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔
- چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالیشان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے جہاں علماء کو ردِ قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروف عمل ہیں۔
- ملک بھر میں اہلِ اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔
- ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔
- اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔
- افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے رہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں مخیر دوستوں اور دردمندانِ ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں۔

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کو دیجئے

ترسیل زر کا پتہ

مرکزی دفتر عالمی مجلسِ تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 061-4514122-061-4583846 فیکس: 0092-61-4542277

اکاؤنٹ نمبر UBL-3464 حرم گیٹ برانچ ملتان

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 021-2780337 فیکس: 021-2780340

اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے صحیح طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

شیخ المشائخ مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا **عزیز الرحمن** جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت